سفیر نعت

کتابی سلسلہ

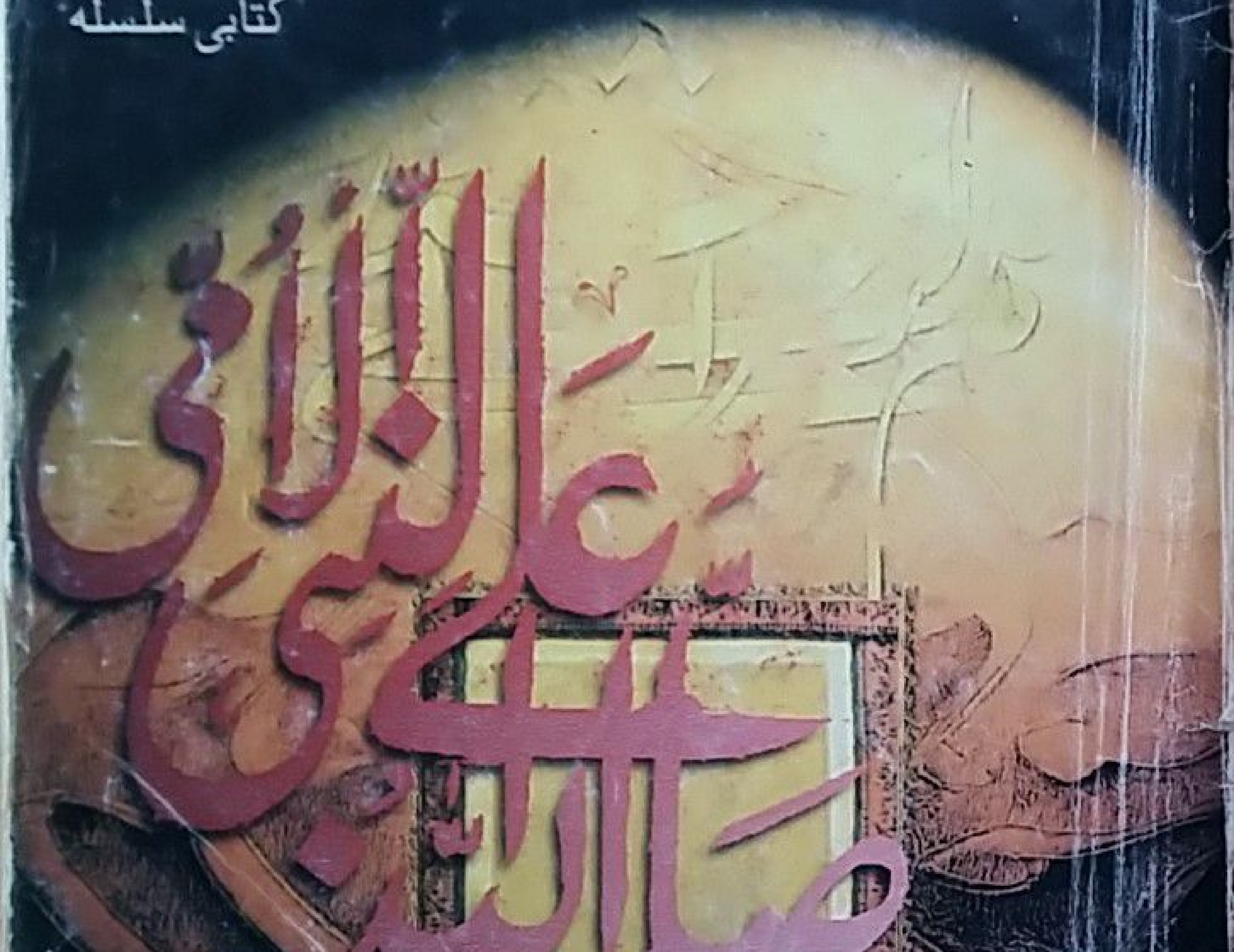

صبیح رحمانی نمبر

مرتب: آفتاب کریمی

خصوصی دعائے استغفار

حدیث شریف میں آیا ہے:

ایک شخص رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں (روتا پیٹتا) ''ہائے میرے گناہ، ہائے میرے گناہ'' کہتا آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو مندرجہ ذیل دعا تعلیم فرمائی۔ اس نے اسی طرح دعا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''دوبارہ کہو'' اُس نے دوبارہ یہی کلمات کہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''سہ بارہ کہو''۔ اُس نے تیسری مرتبہ یہی کلمات کہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اٹھو جاؤ اللہ نے (تمھارے گناہ) بخش دیے۔''

(بحوالہ حصن حصین)

اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ
اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ ٥

اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے
اور مجھے اپنے عمل کی بہ نسبت تیری رحمت کی بہت زیادہ اُمید ہے۔

منتخب: جاوید غوری (کراچی)

صبیح رحمانی نمبر

کتابی سلسلہ

سفیر نعت

پہلی کتاب

مرتب

آفتاب کریمی

معاونین

محمد مقصود حسین قادری اویسی

انور حسین صدیقی

مقصود کریمی

رابطہ

آفتاب اکیڈمی

۴۲۴۔ پی آئی بی کالونی کراچی، فون: ۴۹۴۲۰۷۲

اداریہ	آفتاب کریمی	

مضامین

۵۔ شہر علم کا ثناخواں	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	۷
۶۔ جادۂ رحمت کا مسافر	ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی	۱۱
۷۔ صحن مسجد نبوی کی ایک تحریر	ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی	۱۹
۸۔ پیشوائی	پروفیسر حفیظ تائب	۱۲
۹۔ ایک خط صبیح رحمانی کے نام	ادیب رائے پوری	۲۵
۱۰۔ صبیح رحمانی	شاد مصباح الدین شکیل	۲۹
۱۱۔ ایک قابلِ رشک نعت گو	احمد ہمدانی	۴۲
۱۲۔ نعت کا ڈیجیٹل پاور	بلقیس شاہین	۴۶
۱۳۔ جادۂ رحمت۔ آغازِ سفر کا سنگ میل	محسن بھوپالی	۴۹
۱۴۔ نعت رنگ صبیح رحمانی کے ادارتی سلیقے کا آئینہ دار	پرفیسر محمد اقبال جاوید	۵۳
۱۵۔ جادۂ رحمت پر ایک سرسری نظر	ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی	۶۰
۱۶۔ صبیح رحمانی۔ منفرد لہجے کا شاعر	ڈاکٹر محمود غزنوی	۶۹
۱۷۔ روشنی اور خوشبو کا نعت گو شاعر صبیح رحمانی	معید بدر	۷۴
۱۸۔ صبیح رحمانی۔ اول سے آخر تک ثناخوان رسولؐ	نثار ترابی	۸۴
۱۹۔ صبیح رحمانی کی نعت گوئی	پروفیسر محسن حسیب	۸۸
۲۰۔ نعت رنگ اور صبیح رحمانی	مسرور احمد زئی	۹۲
۲۱۔ صبیح رحمانی کا فن نعت گوئی	آفتاب کریمی	۹۵
۲۲۔ افق نعت کا روشن ستارہ، صبیح رحمانی	رضوان صدیقی	۹۹

تاثرات

۱۰۱

محمد اسلم فرخی، مظفر وارثی، محسن احسان، لالہ صحرائی، سرشار صدیقی، راجا رشید محمود، آفتاب احمد نقوی، پروفیسر عنوان چشتی، خداداد مونس، سجاد سخن، سید آل احمد رضوی، قمر وارثی۔

انتظاریہ

نعت کا ہمہ جہت خادم	پروفیسر افضال احمد انور

وہ نیتوں میں چھپے خیر و شر کو تولتا ہے
قریب رہتا ہے سازِ نفس میں بولتا ہے
جمال ہم کو دکھاتا ہے اجلی صبحوں کا
وہی جو آنکھ کٹوری میں نیند گھولتا ہے
وہی جو شام کی دہلیز پر سویرے تک
چراغِ ماہ جلاتا، نجوم رولتا ہے
اسی کی یاد دکھاتی ہے ساحلِ تسکیں
غم و الم کے سمندر میں دل جو ڈولتا ہے
صبیح ہم کو تجسس کی روشنی دے کر
وہ ہم پہ اپنی خدائی کے بھید کھولتا ہے

کوئی مثل مصطفیٰ کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا
انہیں خلق کر کے نازاں ہوا خود ہی دست قدرت
کوئی شاہکار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا
کسی وہم نے صدا دی کوئی آپؐ کا مماثل
تو یقیں پکار اٹھا کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا
مرے طاق جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا
مرے دامن طلب کو ہے انہیؐ کے در سے نسبت
کسی اور در سے رشتہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا
میں ہوں وقف نعت گوئی کسی اور کا قصیدہ
مری شاعری کا حصہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا
سر حشر انؐ کی رحمت کا صبیح میں ہوں طالب
مجھے کچھ عمل کا دعویٰ کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

''سفیر نعت'' کا پہلا شمارہ پیش خدمت ہے فروغ نعت کے لئے عصر حاضر میں کئی جہتوں میں قابل ذکر کام ہو رہے ہیں نعتیہ صحافت بھی اب ایک پورا شعبہ بن گئی ہے ادیب رائے پوری کا ماہنامہ ''نوائے نعت'' کراچی، راجا رشید محمود کا ماہنامہ ''نعت'' لاہور، منیر قصوری کا ''ایوان نعت''، شہزاد احمد کا ماہنامہ ''حمد و نعت'' کراچی، صبیح رحمانی کا ''نعت رنگ''، طاہر سلطانی کا ''جہان حمد'' ایک پورا کارواں ہے جو ہمارے حمدیہ و نعتیہ ادب کی ترویج و اشاعت کیلئے سرگرم عمل رہا ہے ان ہی اہم اور معتبر جریدوں کے ساتھ اب ''سفیر نعت'' بھی پرچم ذکر رسالتؐ کی سرفرازی کیلئے اپنا اشاعتی سفر شروع کر رہا ہے۔

زیر نظر شمارہ ہمارا پہلا شمارہ ہے جسے ہم ''صبیح رحمانی نمبر'' کے عنوان سے شائع کر رہے ہیں۔

صبیح رحمانی نے بہت ہی کم مدت میں نعت گوئی اور نعت خوانی کے حوالے سے عالمگیر شہرت حاصل کی ہے جس کی مثال ان کے ہم عمر معاصروں میں ملنی دشوار ہے، یہی نہیں بلکہ انہوں نے نعت کے ادبی فروغ کیلئے جس تحریک کا آغاز ''نعت رنگ'' کے ذریعے کیا اس کا دائرہ بھی اب پوری اردو دنیا تک پھیل چکا ہے ان کی خدمات کا اعتراف وسیع پیمانے پر کیا گیا ہے میں نے جب اس نمبر کا ارادہ کیا تو وہ مضامین، تبصرے اور آراء جمع کرنا شروع کی جو صبیح رحمانی کے فن نعت گوئی اور نعتیہ ادب کے فروغ کے سلسلے میں کی جانے والی ان کی کاوشوں سے متعلق تھے میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جتنا کچھ اس نوجوان پر لکھا گیا ہے اتنا تو ہمارے بہت سے بزرگ شعراء پر بھی مشکل سے ملتا ہے یہ محبوبیت اور مقبولیت یقیناً اللہ اور اس کے محبوب کے کرم اور توجہ خاص کی نشاندہی کرتے ہیں۔

میں اس بات پر صبیح رحمانی اور محبان صبیح رحمانی سے شرمندہ ہوں کہ میں ''سفیر نعت'' کی محدود ضخامت کے باعث ''صبیح رحمانی نمبر'' میں وہ تمام مواد شامل نہ کر سکا جو صبیح رحمانی کے فکر و فن اور خدمات کے حوالے سے میں نے جمع کر لیا تھا یہ ہماری پالیسی اور مجبوری تھی کہ ہم فی الوقت ''سفیر نعت'' کی ضخامت میں اضافہ نہیں کر سکتے تھے لیکن ہم جلد ہی وہ تمام مضامین بھی ''آفتاب اکیڈمی'' کی طرف سے کتابی صورت میں شائع کریں گے اُمید ہے اس خاص نمبر میں جن اصحاب کے مضامین و منظومات شامل نہیں ہیں وہ ہماری مجبوری کو سمجھتے ہوئے اس کتاب کا انتظار کریں گے۔

سفیر نعت کے بارے میں آپ کے تاثرات، قلمی تعاون اور حوصلہ افزائی کا منتظر

آفتاب کریمی

اردو نعت اور جدید اسالیب

مصنف : عزیز احسن

ضخامت : 184 صفحات   قیمت : 120 روپے

☆☆☆

اردو میں حمد و مناجات

مصنف : ڈاکٹر سید یحیٰی نشیط

ضخامت : 280 صفحات   قیمت : 160 روپے

☆ ناشر ☆

فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ : اردو بازار، کراچی

فون : 5-2629720 فیکس : 2633887

E-mail : fazlee@cyber.net.pk

ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی

شہر علم کا ثناء خواں

مولانا الطاف حسین حالی بلا شبہ اردو زبان کی تاریخ میں ایک بڑا نام ہے۔ مسدس حالی کو اردو میں قومی شاعری کا پہلا خوبصورت اور مکمل نمونہ کہا جاتا ہے۔ مقدمہ شعر و شاعری ہے تو صرف ان کے اپنے دیوان کا مقدمہ لیکن اس کی اپنی مستقل حیثیت اردو تنقید کی تاریخ میں ایک بنیادی دستاویز کی ہے' سوانح نگاری میں یادگار غالب اور حیات جاوید کی بناء پر ان کو اردو میں پہلا سوانح نگار کہتے ہیں جنھوں نے سوانح نگاری کو جدید سائنسی نقطہ نظر سے لکھا۔ یہ سب باتیں درست اور صحیح، لیکن شاعری کے بارے میں ان کا یہ کہنا کہ " شعر و قصائد کا ناپاک دفتر ہے جو عفونت میں سنڈاس سے بدتر ہے۔" ان کے سامنے بیشتر لکھنو کے دور زوال کی شاعری بالخصوص غزل کے وہ گھٹیا نمونے تھے جو شاعری نہیں یا تو الفاظ کی پہلوانی اور اس سے متعلق داؤ پیچ تھے یا مثنویاں خاص طور پر شوق کی زہر عشق جو ان کے بقول فحش تھی اور قانوناً کچھ عرصہ اس کی اشاعت بند رہی' حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں' مقدمہ میں بھی بعض ایسے لطیفے ہیں جن کی حالی شاعر اور حالی نقاد' غالب کے صحبت یافتہ' نواب مصطفیٰ خاں سے فیض پانے والے تشبیہوں اور استعاروں کو لفظی معنی اپنا کر غزل کے بعض مضامین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ عاشق ایک پرندہ ہے اور محبوب ان کے بقول چڑیمار جو ان پرندوں کو پنجرہ میں بند لٹکائے پھرتا ہے اور ان کے تڑپنے اور پھڑکنے سے مزہ لیتا ہے یا پھر قصاب ہے' مرزا غالب تو صبح کان پر قلم رکھ کر نکلتے تھے کہ کوئی محبوبہ کو خط لکھوائے تو ان سے لکھوائے' عاشق بیچارہ ان پڑھ ہوگا اور آج تک ہمارے ڈاکخانوں کے سامنے منشی اپنے قلمدان لئے ایسے عاشقوں کے منتظر رہتے ہیں۔ حالی کا قصائی محبوب چھری ہاتھ میں لئے شکار کو نکلتا ہے' کہیں تیر چلاتا ہے' کہیں چھری سے عاشقوں کو ذبح کرتا رہتا ہے۔ یہی عاشق و معشوق کا سلسلہ بقول حالی جاری رہتا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ حالی تشبیہوں کو بھی جو مبتدی بھی سمجھتے ہیں یوں بیان کرتے ہیں۔ اسے آپ صرف اس زوال اور ابتذال کے عمل کا شدید تر ردعمل سمجھئے جو حالی کو لکھنو کے دور آخر کی شاعری کی غزل میں نظر آئی ویسے انہوں نے لکھنو میں مرثیہ نگاری کے مضمون ضرور دیکھے ہونگے' ان کو وہ ناپاک دفتر اور بدبودار کیسے کہتے یہی حال قصیدہ کا ہے کہ عام خیال یہ ہے کہ یہ صنف بھی بیشتر کذب و افترا کا دفتر ہوتی ہے۔ شاعر ممدوح سے صلہ کی تمنا میں قصیدہ لکھتا ہے اور محروم رہے تو ہجو

بھی لکھتا ہے۔ ممدوح قصیدہ لکھنے کے دوران مر جائے تو اس کے جانشین کا نام ڈال کر اسی مال کو کام میں لاتا ہے۔

اگر قصیدہ کا اصل مضمون تعریف ہے تو ایک طور پر نعت بھی قصیدہ کی صنف میں شامل ہے لیکن اس کا انداز اپنا ہے۔ اول تو اس میں کسی قسم کے ابتذال کیا ادنیٰ درجے کے سہو و خطا کی گنجائش نہیں ہوتی' یہ ایک ایسے انسان کی تعریف ہے جو ''لا مثلکم'' کے مصداق ہم جیسا ہوتا ہے لیکن اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ وہ انسان کامل کا نمونہ ہوتا ہے اس کی زندگی ایک مثال اور معیار ہوتی ہے' مکان و زماں کی قید سے آزاد' ازلی و ابدی' وہ ان تمام اوصاف اور اخلاق کا نمونہ ہوتا ہے جو خلافت الٰہی کے اصلی منصب کو ادا کرتا ہے اور اس کا اتباع کرنے والے اسی سے نجات پاتے ہیں۔ تو پھر بھلا ایسی اور کون سی صنف شاعری ہوگی جو محض خیالی ہو' محض تخیل کی پیداوار ہو' محض لفظی صناعی اور سندگری ہو' جس میں مبالغہ کی گنجائش ہو اور نہ قدم ڈگمگانے کی اجازت ایسی احتیاط کسی اور صنف شاعری کے لئے لازم نہیں آتی اور ان سب پابندیوں کے باوصف عربی سے فارسی اور اردو تک اور ان تمام زبانوں میں جہاں اسلام کا پیغام پہنچا یہ موجود ہے۔ خود حالی کی مسدس میں

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے'

کا عنوان دیکھ لیجئے۔

یوں تو اردو شاعری کی تاریخ میں دور قدیم سے عصر حاضر تک نعت گوئی کا رواج رہا اور چاہے شاعر کوئی مجموعہ مرتب کرے حمد کے بعد نعت ضرور لکھتا ہے لیکن بعض شعراء نے نعت گوئی کو بھی اپنا موضوع بنایا ہے' نام لگانے پر آئے تو ایک طویل فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد احیائے اسلام کے لئے تحریکات اور جدوجہد کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ نعت گوئی کو بھی یہ حیثیت ایک معتبر صنف شاعری بڑا فروغ ہوا ہے اور اسی سلسلہ کی کڑی صبیح رحمانی کا مجموعہ ''جادۂ رحمت'' ہے۔

یوں تو اس مجموعے میں غزل اور نظم آزاد سے لے کر جدید صنف ہائیکو تک میں نعت کے خوبصورت نمونے ہیں اور ان میں جہاں نعت گوئی کا اصل محرک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے کہ بغیر اس کے انسان کا دین کامل نہیں ہوتا وہاں ان کی بے شمار صفات قدسی کے حوالے ملتے ہیں لیکن میں نے محسوس کیا کہ صبیح کے یہاں علم اور اس سے متعلق مضامین خاص طور پر نمایاں ہیں مثلاً پہلے صرف الفاظ اور تراکیب اور موضوعات پر نظر ڈالئے

ثنائے سرور دیں کے لئے ہوں وقف صبیح
خوشا کہ جادۂ رحمت پہ گامزن ہے قلم

....

علم کے شہر ہوں در پہ حاضر
آرزو سب سے جدا لایا ہوں

....

بھیک تاثیر کی مجھ کو مل جائے
کاسہ حرف و نوا لایا ہوں

....

جگائے علم کے سورج سکھائی لفظ کی حرمت
کئے وا آگہی کے سارے در آہستہ آہستہ

....

قلم خوشبو کا ہو اور اس سے دل پر روشنی لکھوں
مجھے توفیق دے یارب کہ میں نعت نبی لکھوں

تمنا ہے کہ ہو وہ نام نامی آپ کا آقا
میں جو لفظ آخری بولوں میں جو لفظ آخری لکھوں

قلم کی پیاس بجھتی ہی نہیں مدح محمدؐ میں
میں کن کن لفظوں میں اپنا اعتراف تشنگی لکھوں

....

جنہیں امی لقب کہہ کر زمانہ یاد کرتا ہے
وہی ہیں حاصل علم خدا اول سے آخر تک

....

ہو دل کا نور' نگاہوں کا نور' علم کا نور
ہر ایک نور کو نسبت شہ عرب سے ہے

یہ چند اشعار میں نے محض بطور نمونہ نقل کئے، کتنے ہی اشعار اس مجموعے میں ہیں جو کسی نہ کسی عنوان علم اور مدینۃ العلم کے بارے میں ہے جسے پہلی وحی اقراء سے ملی، علم جو آدمؑ کو فرشتوں پر فضیلت پانے کے لئے عطا ہوا، علم جس کے ذریعہ انسان نے وہ جانا جو وہ نہیں جانتا تھا، اس نے قلم سے علم کی فضیلت حاصل کی اور فرشتوں نے آدمی کے سامنے اعتراف کیا کہ وہ سوائے اس کے اور نہیں جانتے جو انہیں بتایا گیا، غرض قرآن حکیم اور سیرت نبی کریم ﷺ سے کتنے ہی مضامین ہیں جو علم کے موضوع کے محور پر گردش کرتے ہیں اور اسی علم کے حوالہ سے صبیح کے نعتیہ کلام میں یہ پہلو بطور خاص مطالعہ کا مستحق ہے۔

توجہ فرمائیے!

مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کے داماد و جانشین، پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات پر کام کا آغاز ہو چکا ہے۔

ادارہ موصوف کے حالات زندگی، تصانیف و تقاریر شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لہٰذا جن حضرات کے پاس موصوف کی کوئی تحریر/تقریر یا زندگی کا کوئی گوشہ، یادداشت یا کسی بھی قسم کی معلومات موجود ہوں تو برائے مہربانی ادارے کو روانہ کر دیں۔ (شکریہ)

ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
فلیٹ نمبر ۲، قریشی منزل، نزد فریئر مارکیٹ، صدر، کراچی ۷۴۴۰۰ پاکستان
فون: ۷۷۷۳۳۴۴

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

جادۂ رحمت کا مسافر

غریب خانے میں ثنائے خواجہ کی ایک بزم مرتب کی گئی تھی۔ ثناء خوان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نعتیں پڑھ رہے تھے اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دیار رحمت کے شہری جادۂ رحمت پر سفر کر رہے ہیں قیام و سفر کی یہ یک جائی ان کے ذکر کا فیض ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی زمان و مکاں پر یوں ہی تصرف فرماتا ہے۔

نہ ہے زماں نہ مکاں لا الہٰ الا اللہ

اور جہاں وہ ہو گا جس کے سوا کوئی الہٰ نہیں تو اس کے رسول کا نام اس کے ذکر کا آہنگ بن جاتا ہے۔

اس بزم میں ایک آشنا اجنبی تھا۔ یہ دنیا اور یہ زندگی بھی عجب معمہ ہے۔ یہاں ہم جن کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں کام کرتے ہیں ان کے متعلق اچانک یہ انکشاف ہوتا ہے کہ ہمارے درمیاں کچھ بھی تو مشترک نہیں اور اقبال کا یہ مصرعہ ہمارا احوال بن جاتا ہے کہ

چہ معصومانہ غربت را فرہم

اور یوں بھی ہوتا ہے کہ دیار رحمت میں جادۂ رحمت پر قطع مسافت کرتے ہوئے وہ مل جاتے ہیں جن سے ہمارا ظاہر اور باطن کچھ بھی چھپا نہیں رہتا۔ ہر نظارہ منظر شفاف بن جاتا ہے ادھر سے ادھر کا پہلو صاف نظر آتا ہے ایسے لوگ کبھی کسی سہ پہر کو عرفات میں مل جاتے ہیں۔ کبھی مسجد الحرام میں آپ کے پاس آ کر بیٹھ جاتے ہیں کبھی مواجہ شریف میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی کے ہونٹوں سے درود کے ادا ہونے والے کلمے اور صیغے آپ کے لبوں سے ادا ہو رہے ہیں اور کبھی لحہ نور میں وہ آپ کے کمرے میں روشنی بدست خود ہی آ جاتے ہیں یہ لوگ دلوں کے الاؤ کو روشن رکھنے والا ایندھن بھی ہوتے ہیں نوائے سینہ تاب بھی اور آپ کے وہ بھائی جن کے بارے ارشاد ہوا ہے کہ انما المومنون اخوۃ

اور جب اس محفل میں اس آشنا اجنبی نے نعت خوانی شروع کر دی تو محسوس ہوا کہ فضا کچھ اور روشن ہو گئی ہے خوشبو کی لہریں تیز تر ہو گئی ہیں اس کی آواز صحن قلب میں کھلے ہوئے گلہائے محبت احمد و محمود ﷺ پر شبنم کی طرح برسنے لگی۔

کوئی مثل مصطفیٰ کا کبھی تھا' نہ ہے' نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا' نہ ہے' نہ ہوگا

اس محفل میں حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مد ظلہ بھی موجود تھے۔ مولانا کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے ستارے ان کے دل کی کہانی کہہ رہے تھے مگر ان کے ہونٹوں سے جو تحسینی کلمہ کبھی کبھی ادا ہوتا وہ تھا "بہت ٹھیک" اس آشنا اجنبی کی نعت کے ہر مصرعہ پر "بہت ٹھیک" "بالکل ٹھیک" میں بدل گیا اور یہ کلمہ تحسین بھی فضا کا حصہ بن گیا۔ یہ کلمہ گم گشتگی اور اپنے آپ سے دوری کے لمحہ میں بھی تقاضائے شریعت کی پاسداری کا اعلان تھا۔

"تھا" "نہ ہے" "نہ ہوگا" ماضی' حال اور یوم الدین تک پھیلا ہوا۔ "مستقبل" اور اس کے بعد وہ حال 'وہ' ہے" جو خلود اور ہمیشگی کا نام ہے۔ وہ لمحہ ہمیشگی جسے جنت کہتے ہیں۔

ایک شعر کے بعد دوسرا شعر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ یہ نعت نبی اکرم صلی علیہ وسلم کی محبت اور ذکر کی ایک سیڑھی ہے ایک زینہ ہے اور ہم قدم قدم اوپر جا رہے ہیں سماعت کے وسیلے سے ہمارے مراتب بلند ہو رہے ہیں۔ "رفع الاقدام" سے "رفع المراتبت" تک

مرے طاق جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا' نہ ہے' نہ ہوگا
سر حشر ان کی رحمت کا صبیح میں ہوں طالب
مجھے کچھ عمل کا دعویٰ کبھی تھا' نہ ہے نہ ہوگا

نعت ختم ہوئی سب لوگ کچھ دیر خاموش رہے یہ خاموشی حقیقی داد تھی مقطع سے شاعر کا تخلص تو معلوم ہو گیا کچھ دیر کے بعد

"میاں یہ کس کی نعت ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میری ہی ہے" شرماتے ہوئے نعت گو نے جواب دیا۔

"آپ کا پورا نام؟"

"صبیح رحمانی"

"تم اتنے کم عمر ہو تو خیال ہوا کسی اور کی نعت ہے"

"حضرت میں انتیس سال کا ہوں"

میں نے ایک بار پھر صبیح رحمانی کو غور سے دیکھا۔ سترہ اٹھارہ سال کا نظر آنے والا یہ نوجوان اپنے آپ کو انتیس سال کا کہہ رہا ہے جب تیرگی کا خوف نہ ہو تو وقت ٹھہر ہی جاتا ہوگا۔ معمولی سے خد و خال کتنے غیر معمولی نظر آنے لگتے ہیں کہیں دور اس نوجوان کے وجود کی گہرائیوں

میں نسبت کے جو چراغ روشن ہیں ان کی چھوٹ اس کے خارجی وجود پر بھی پڑ رہی ہے۔ سارا منظر نامہ روشن ہے مگر اس حسن تک رسائی کے لئے بصارت کے ساتھ بصیرت کی بھی ضرورت ہے۔

یہ تھا جادۂ رحمت کے شاعر صبیح رحمانی سے میرا تعارف پھر صبیح رحمانی کبھی کبھی میرے پاس آنے لگے نہ ان کی کوئی غرض مجھ سے وابستہ تھی نہ میری کوئی غرض ان سے وابستہ۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی میرے اور ان کے درمیان ایک پل بن گیا تھا جس طرح یہ اسم پاک ایک مسلم معاشرے کو دوسرے مسلم معاشرے سے جوڑتا ہے اور جوڑتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف اللہ سے واصل ہیں اور دوسری طرف مخلوق میں شامل ہیں۔ یہ بات یہیں تک محدود نہیں وہ مسلم معاشرے کی اساس اور اس کے اجزا کے درمیان وسیلہ وصل ہیں اور ہر فرد سے ان کا رشتہ قائم ہے۔

صبیح رحمانی دوسروں سے اپنے رشتہ میں اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قوت جاذبہ اور ملت کو پیوستہ رکھنے والی طاقت ہیں اور یہ سطریں لکھتے ہوئے خیال آیا کہ ہم سب شجر محمدی ﷺ کے برگ و بار ہیں اور اسی شجر سے وابستگی ہمارے قیام اور بقا کی تدبیر ہے۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

صبیح رحمانی مجموعہ ہیں ایک سوچتے ہوئے ذہن' ایک دھڑکتے ہوئے دل دوسروں کے ساتھ وابستگی کے ایک احساس کا اور یہ وابستگی اپنے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کا ثمرہ ہے۔ ان کی نعت گوئی ان کی ذات کا عکس ان کی شخصیت کی آواز' دل کی دھڑکن اور ذہن کی فکر ہے

مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کا مطالبہ ہے

"اے اہل ایمان اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ"

یوں اسلام ذات کی سالمیت کے ساتھ اس پیغام کو قبول اور اختیار کرنے کا نام ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے لیکر اس دنیا میں تشریف لائے مجھے نعت گوئی بھی قبول اسلام کی طرح ذات کی سالمیت کے ساتھ حقیقت محمدی ﷺ کو تسلیم کرنے کے مثل معلوم ہوتی ہے یہاں کچھ اختیار کرنے اور کچھ چھوڑ دینے کا سوال نہیں۔ بعض صاحبان کے ہاں نعت گوئی کی یہ کلیت نظر نہیں آتی لیکن آج کے بیشتر قابل ذکر نعت گو حضرات کے ہاں ان کی ذات کی سالمیت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ الحمد للہ صبیح رحمانی ایسے ہی شاعروں میں شامل ہیں۔ ان کی نعت گوئی کا رشتہ محسن کاکوروی' امیر مینائی' حالی' اقبال' اور ظفر علی خاں کے وسیلے سے حضرت حسان بن ثابت کی روایت ثنائے خواجہ سے قائم ہے۔

یہ نعت گوئی کے آداب اور شرائط کے بیان کرنے کا موقع نہیں لیکن ایک اہم سوال پر غور کئے بغیر ہم کسی نعت گو شاعر کا مطالعہ نہیں کر سکتے۔ اس سوال کا تعلق نعت گوئی کی تنقید اور ادب میں اس کی زمرہ بندی سے بھی ہے کیا نعت گوئی کا رشتہ صرف ہمارے جذبہ عقیدت سے ہے یا نعت ایک ادبی صنف بھی ہے اور اگر یہ ادبی صنف ہے تو اس کی شرائط اور تقاضے کیا ہیں نعت گو شاعر کو شاعری کی تاریخ میں جگہ ملے گی یا محض اسے ایک گوشہ یعنی نعت کا شاعر قرار دیا جائے گا۔

''تاریخ ادب میں میرا کیا مقام ہوگا؟'' میرا خیال ہے کسی حقیقی شاعر افسانہ نگار اور تخلیقی فنکار کا سرے سے یہ مسئلہ ہی نہیں وہ تو اپنے اظہار پر مجبور ہے بلکہ اسے اس پر مامور کیا گیا ہے' اسی طرح جس طرح درخت پر پتے نکلتے ہیں اور جس طرح کوئل کے سینہ سے کوکو کی ندائے سینہ تاب ابھرتی ہے لیکن یہ مسئلہ یقیناً اہمیت رکھتا ہے کہ کوئی صنف اپنی مستقل حیثیت رکھتی یا نہیں اور وہ حیثیت کتنی اہم ہے۔ اگر نعت گو شاعر اس مسئلہ سے الجھتے ہیں تو وہ حق جانب ہیں۔ ایک دن صبیح رحمانی نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا اور اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ گہرے تنقیدی شعور کے مالک ہیں۔

مذہبی خیال اور جذبہ کو شعر کا قالب عطا کرنا ایک مشکل بلکہ جانکاہ مرحلہ ہے اس کے لئے کسی حالی کسی اقبال کی ضرورت پڑتی ہے کسی بھی ادب اور زبان کو لیجئے مذہب کو شعر اور ادب میں ڈھالنے والے سوائے فارسی کے بہت کم نظر آئیں گے۔ بات یہ ہے کہ مذہبی تصورات کو اپنا احوال بنانا' اسے اپنا وظیفہ قلب بنانا اور اپنی فکر کے درجہ تک پہنچانا معجزہ نہیں تو کرشمہ ضرور ہے ہمارے دور میں اردو زبان اور شاعری میں یہ کرشمہ رونما ہو رہا ہے۔ ایسا کرشمہ جس کی سرحد معجزے سے جا ملتی ہے اور میری ناچیز رائے میں یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ بعد وفات ہے۔ آج کی نعت میں اردو شاعری کی زباں' اس کے کنائے' علامات اور رموز ایک نئی تخلیقی سطح پر ابھرتے بلکہ وجود نو پاتے نظر آتے ہیں۔ اسی کے ساتھ محدود سے لامحدود کی طرف شاعر کا سفر نعت کے حوالے سے جاری ہے یہ نکتہ میں خاصی تفصیل سے اپنی تحریروں میں پیش کر چکا ہوں اور یہ فن کی وہ منزل ہے جسے معراج سفر کہیے۔

جب ادب کا راستہ جادۂ رحمت بن جائے تو ادب کی کنجی سے دنیا میں اظہار کے ان مراحل کے قفل کھلتے ہیں جو روح کی وادیوں میں تمنا کے دوسرے قدم کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہاں ''ادب'' کا لفظ اپنے ہر مفہوم میں ادا کیا گیا۔

صبیح رحمانی بھی اس جادہ پر اپنے سفر کا آغاز کر چکے ہیں۔ ان میں نشاط تخیل بھی ہے اور ذہن کی وہ وسعت بھی جو ایمان کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ نشاط تخیل کی ترکیب قلم نے کاغذ پر لکھ

دی اور پھر اس ترکیب کو کاغذ پر دیکھ کر غالب کا شعر یاد آیا

ہوں گرمیٔ نشاط تخیل سے نغمہ سنج
میں عندلیب گلشن نا آفریدہ ہوں

غالب نے جس جس طرح سے نعت کے پھول کھلائے ہیں وہ میرے ذہن میں نغمہ اور نظارے کی صورت موجود ہیں اور آج یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ یہ گلشن نا آفریدہ کے وسیلے سے آفریدہ بن سکا۔

صبیح رحمانی نے اپنے سفر کے آغاز ہی میں اپنے نقوش قلم اور نقوش قدم سے اپنی آمد کا اعلان کر دیا ہے اور نعت کی دنیا میں نقوش قلم اور نقوش قدم' توفیق ازلی کا دوسرا نام ہیں۔ اس پر شاعر داد سے زیادہ مبارک باد کا مستحق ہے۔

صبیح کے مختصر سے مجموعے میں ہائیکو بھی ہیں' آزاد نظموں کے ساتھ ساتھ پابند نظمیں بھی ہیں اور غزل کی ہیئت میں زیادہ نعتیں ہیں حقیقی نعت گو شاعر کے ہاں ہیئت اور اصناف کا یہ تنوع اپنے موضوع سے اس کے رشتے کی گہرائی اور تنوع دونوں کا اظہار ہے۔

نعت کے لئے ہمارے شاعروں نے غزل کے پیکر کو زیادہ استعمال کیا ہے اس سے آج کے نعت گو کے لئے آسانیاں کم پیدا ہوئی ہیں اور امتحان کی شکلیں زیادہ۔ صبیح رحمانی کے جذبہ عشق کی شدت نے نئی زمینیں تراشی ہیں' اس نے طویل ردیفوں کو نئی معنویت دی ہے اور ان ردیفوں سے ربط اور تسلسل بھی پیدا ہوا ہے یوں اس کی بیشتر غزلیہ نعتیں مکمل تجربہ بن گئی ہیں۔ یہ الگ الگ شعروں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک وحدت اور اکائی ہیں۔ اسکی بہت سی نعتوں کی ردیفیں زیادہ طویل نہیں لیکن لسانی طور پر ایسی ہیں کہ ایک ربط پیدا کرتی ہیں۔

تھے عالی مرتبہ سب انبیاء اول سے آخر تک
مگر سرکار سا کوئی نہ تھا اول سے آخر تک

....

مٹا دل سے غم زاد سفر آہستہ آہستہ
تصور میں چلا طیبہ مگر آہستہ آہستہ

....

ختم ہونے ہی کو ہے دربدری کا موسم
جلد دیکھوں گا میں شہر نبوی کا موسم

مثالیں کہاں تک نقل کروں' آپ اس مجموعہ میں کئی ایسی نعتوں کا مطالعہ فرمائیں گے جو

میرے قول کی صداقت کا آئینہ ہیں، یعنی یہ نعتیں ایک وحدت اور اکائی ہیں ویسے یہ سب اکائیاں ایک بڑی اکائی کا حصہ بن جاتی ہیں۔ وہ اکائی جسے حب نبی ﷺ کہتے ہیں۔ شہر نبویؐ موسم نعت کے طفیل نعت گو شاعر اپنے لمحات سدا ایک روشن، خرد افروز اور جذب دروں سے عبارت موسم میں گزارتا ہے۔

صبیح رحمانی کی غزلیہ و نعتوں پر تبصرے کے بعد اس کی نظمیہ (پابند و آزاد) حمد و نعت کے بارے میں کچھ اشارے

میں یہ بات کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ اردو میں اچھی حمدیں نسبتاً کم ملتی ہیں وہ جس کا کوئی سراپا نہیں، وہ جس کا کوئی چہرہ نہیں اور پھر بھی جو ہر چہرے اور سراپے میں اپنے نقوش ثبت کر دیتا ہے اسے اپنے احاطہ اور ادراک دائرہ محسوسات میں لانا بڑے تخیل اور کمال بندگی کے بغیر ممکن نہیں اور اس کے لئے وہ مرحلہ احساس بھی لازم ہے جب پہاڑ، دریا، سمندر، سب اس کی تحریروں کی طرح اور سارے چہرے اس کے نقوش مو قلم کی طرح نظر آئیں۔ اس مرحلہ احساس تک آدمی اللہ کے اسمائے حسنی کی مدد سے پہنچ سکتا ہے۔ ''باری'' ''خالق'' اور ''بدیع'' کے اشاروں سے حیات و کائنات کی تخلیق کے زاویے سمجھ میں آسکتے ہیں۔ ''رحمن'' ''رحیم'' ''وہاب'' ''جبار'' ''قہار'' ''غفار'' اور ''عزیز'' سے انسانوں اور مخلوقات کے ساتھ اس کے رشتہ کے رموز تک پہنچا جاسکتا ہے اور وہ بھی کسی حد تک

صبیح رحمانی نے اس منزل کی طرف اپنے سفر کا آغاز کر دیا ہے اور اس کے قدم جادہ معرفت پر مستقیم ہیں۔

وہ جس نے موجوں کو تیشہ اندازیاں سکھا کر
رقم چٹانوں پر راز ہائے ہنر کئے ہیں
اور
وہ جس کی مدحت میں حرف و آواز گنگنائیں
خموشیاں جس کے گیت گائیں
(پہچان)

خوش قسمت ہے شاعر کہ وہ آفاق کے حوالے سے خالق تک سفر کر رہا ہے وہ خالق جو ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔

صبیح رحمانی نے حمدیہ ہائیکو بھی لکھے ہیں اردو زبان میں ہائیکو کے فروغ میں راقم الحروف نے بھی حصہ لیا ہے اور ہائیکو مشاعرے کی داغ بیل ڈالی ہے۔ کیا ہائیکو اردو کی صنف سخن بن چکا ہے؟

شاید اس سوال کا جواب قبل از وقت ہے لیکن یہ بات یقیناً اہمیت رکھتی ہے کہ حمد گو اور نعت گو شعرا نے ہائیکو واکا، دوہا، سانیٹ جیسی اصناف میں بھی ثنائے رب اور نعت خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ اور خوشبوئیں بکھیری ہیں۔

صبیح رحمانی نے نظم پابند، نظم معری و آزاد میں اپنے نبی اور رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی ذات عالیہ اور اسم گرامی کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا ہے۔ ان نظموں میں اضطراب اور سکون کی عجب آمیزش ملتی ہے اضطراب آقائے دو جہاں کو سمجھے جانے اور ان سے محبت کرنے کی کوشش سے عبارت ہے اور سکون ان سے وابستگی کے حصول کے احساس کا دوسرا نام ہے اس احساس سے کسی امتی کو قرار حاصل نہیں ہوگا کہ ہماری لوح جان پر جو نقش لکھا نظر آتا ہے وہ انہیں کا نام ہے۔ سلام ان پر، درود ان پر۔

صبیح رحمانی ابھی جوان ہیں اور اس دنیا کی لذتیں تو پیر ہزار سالہ کے جسم میں بھی کم سے کم ارتعاش لذت پیدا کر دیتی ہیں۔ یہ ان کی سعادت ازلی ہے کہ ان کی ذات کے ایوانوں میں شہ لولاک کے نام سے ہر طرف جگ مگ جگ مگ ہو رہی ہے جس نام کی برکت سے باغ جنت کے پھول کھلتے ہیں وہی نام ان کے ہونٹوں پر خوشبو کے دائرے بنا رہا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ شاعر نے اس نام کو اپنے لئے اسم اعظم بنالیا ہے۔

ہے یہی نام تو میری شب یلدا کی سحر
جسم وجاں میں جو چراغاں ہے اسی نام کا ہے
بس اسی نام کی خوشبو ہے مرے ہونٹوں پر
بس یہی نام دو عالم میں بڑے کام کا ہے

اور یہی نام ''جادہ رحمت'' ہے۔ جادہ رحمت ہمارے لئے ہمارے بزرگوں کے لئے ہمارے بعد آنے والوں کے لئے اور صبیح رحمانی کے لئے اور اس جادہ رحمت پر چلتے ہوئے صبیح رحمانی کے ذوق نغمہ نے لفظوں سے روحانی سمفنی زعنایہ تخلیق کرنے کا فن سیکھنا شروع کر دیا ہے اور اس کے ذہن میں نئی ترکیبوں کے قافلے اترنے لگے ہیں۔

مٹ جاتے غم
رحل لب پر آتا ہے
جب اسم اعظم

خدا کرے یہ سفر جاری رہے۔ یہ نغمے روح اور دل سے صفحہ کاغذ تک اپنا سفر جاری رکھیں کہ یہی مقصود فن اور حاصل زیست۔ ان سطروں کا مقصد صبیح رحمانی کے حروف کے توسط سے

اپنے شفیع اپنے نبی ﷺ اپنے ہادی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں شرکت کے سوا کچھ اور نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی آدمی کے مرتبوں کو بلند کرتی ہے ان کے لئے مقام محمود کی دعا ہمارے لئے اس بلندی سے قربت کا سبب بنے گی کیونکہ مقام محمود تو ان کے رب کی طرف سے ان کے لئے ہے اور یہ دعا تو ہمارے لئے ترفع کا ایک وسیلہ ہے۔

سہ ماہی الکوثر سہسرام کا نعت نمبر

نعتیہ شاعری کے حوالے سے الکوثر کا ایک خاص شمارہ زیر ترتیب ہے۔ تیس اہم عنوانات پر مشتمل ایک فہرست کے تحت ہند و پاک کے مشاہیر اہل قلم سے رابطہ قائم ہے۔ شعرا، نقاد اور قلم کار حضرات سے اس خاص شمارے کو معیاری اور باوزن بنانے کی درخواست ہے۔ یکم جون ۲۰۰۱ء تک اپنی نگارشات روانہ فرما دیں۔ نیز نعتیہ شاعری کے حوالے سے جو حضرات پی ایچ ڈی کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں وہ درج ذیل تفصیلات سے مطلع فرمائیں تاکہ نعت نمبر میں ان کی خدمات کا تعارف پیش کیا جاسکے۔

☆ محقق کا نام مع مکمل پتا ☆ یونی ورسٹی کا نام ☆ موضوع

☆ رجسٹریشن کی عکسی کاپی ☆ نگراں کا نام مع علمی و ادبی مقام

اس موضوع پر جن حضرات نے کوئی کتاب تصنیف فرمائی ہے وہ بھی کتاب کے ایک نسخے کے ساتھ مختصر تفصیلات سے مطلع فرمائیں تاکہ ان کی خدمات کے ساتھ کتاب کا تعارف پیش کیا جاسکے۔

رابطے کا پتا

مولانا ملک الظفر سہسرامی

مدیر اعلیٰ سہ ماہی الکوثر سہسرام

دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام، بہار، انڈیا۔ ۸۲۱۱۱۵

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی

صحنِ مسجد نبوی کی ایک تحریر

گنبد خضریٰ کو دیکھ رہا تھا بلکہ یوں کہوں کہ گنبد خضریٰ کو مرکز تناظر بنا کر افق اور فضائے بسیط کو دیکھ رہا تھا اور یہ غور کر رہا تھا کہ یہ گنبد افق کی کیمیا اور وجود کو کیسے بدل رہا ہے کہ اچانک نعت رنگ کا ایک ٹائٹل ذہن کی اسکرین پر روشن ہوگیا۔ اور تخلیق اپنے خالق کی یاد دلاتی ہے اور اس وقت تو صبیح رحمانی میرے ساتھ ہی مسجد نبوی کے صحن میں موجود ہے۔

یہ بارگاہِ محبت بھی عجیب ہے۔ اس سے پہلے تو صبیح میرے ساتھ نہ ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ اس جگہ میرے ساتھ ہی رہا ہے۔ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ آج چودہ صدیوں کے فاصلے پر اہل ایمان کے درمیان محبت اور مودت کے پل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مدینہ میں کتنے چہرے کسی دوست کی یاد دلاتے ہیں۔ یاد آیا ایک بار حرمین آنے سے پہلے عزیز حامد مدنی کو دیکھنے پیر کالونی گیا تھا وہ بہت بیمار تھے۔ میں نے نہ جانے کیوں ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ آپ زیارت حرمین سے پہلے اس دنیا سے نہیں جائیں گے اور صفہ پر میں نے اپنے سے آگے تیسری صف کو مدنی صاحب کو بیٹھے دیکھا میرے دل نے کہا کہ مدنی صاحب مدینہ آگئے اور اب اپنے آخری سفر پر رخصت ہونے والے ہیں یا رخصت ہوچکے ہیں۔

میرے اور صبیح کے رشتہ کی بنیاد ہی مدینہ، مدینہ والا (ﷺ) اور رب محمد ہیں۔ اس رشتہ میں کوئی ملاوٹ نہیں یہ بالکل ''نخالص'' محبت ہے۔ نخالص کے لفظ سے مجھے دودھ والے یاد آئے۔ یہ اصطلاح بنیادی طور پر انہیں کی ہے۔ دودھ سرکار ﷺ کو بہت پسند تھا۔ فرماتے تھے کہ یہ مشروب بھی ہے اور غذا بھی اور بھوکے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے ذریعہ اصحاب صفہ کو بلایا اور دودھ کا پیالہ انہیں کے ذریعہ سب کو پلوایا اور ابوہریرہ سوچتے کہ مجھے کیا ملے گا۔ اور پھر وہ بھی چھک گئے، سیراب ہونے میں وہ مزہ کہاں جو چھک جانے میں ہے۔ اور آخر میں سرکار نے خود نوش فرمایا۔ یہ واقعہ معجزہ تو ہے ہی مگر مجھے

ایک تمثیل معلوم ہوتا ہے۔ قیامت، حوض کوثر اور تشنگانِ اُمت کی۔

یہی شیر خالص مسجد نبوی میں میرے اور صبیح کے وجود کو سیراب کر رہا ہے۔ دس سال کی مدت کوئی کم نہیں ہوتی مگر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صبیح ہمیشہ سے میرے ساتھ ہے۔ قدمین شریفین میں گزارے ہوئے چند لمحے ابد معلوم ہوتے ہیں اور اگر باہمی تعلقات کی بنیاد حبِ مصطفیٰؐ پر ہو تو یہ دوستی بھی ابدی معلوم ہوتی ہے۔

گزشتہ چند ماہ میں میری علالت کے دوران صبیح صحت کے پیغام کی طرح آتے جاتے رہے۔ وہ ہی میرے لیے پھر سے لکھنے پڑھنے کی تحریک ہے۔ ''ارے اب آپ کیا لکھیں گے؟---- سب کچھ کہہ چکے''۔ ''قلم تو اٹھائیے۔ آپ کب لکھتے ہیں۔ قلم آپ کا ہوتا ہے، خیالات کوئی دیتا ہے۔''---- کبھی طنز، کبھی تسلی---- اور صبیح نے غزل میں نعت کی جلوہ گری اور دیگر مضامین لکھوا ہی لیے۔

اللہ پر صبیح کا توکل، حضور سے تعلق کا ایک اظہار ہے۔ حضور ہی تو اللہ کی شان رحمت اور شان عطا کا اشارہ ہیں۔

اور آج صبیح مسجد نبوی کے صحن میں رحمتوں کا منتظر ہے۔ اس کا پورا وجود دامانِ طلب ہے۔ دیکھئے کیا کیا عطا ہوتا ہے۔

صحن مسجد نبوی

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

اردو میں حمد کے موضوع پر اوّلین کتابی سلسلہ

جہان حمد

مرتب: طاہر سلطانی

نعت نمبر شائع ہوگیا ہے

رابطہ: ۲۶/۳۸، بی ون ایریا، لیاقت آباد، کراچی ۷۵۹۰۰ پاکستان

حفیظ تائب

پیشوائی

صبیح رحمانی جب نعتیں پڑھتے پڑھتے نعتیں کہنے لگے ہوں گے تو لوگوں کو کیا کیا حیرت نہ ہوئی ہوگی۔ سچی بات ہے کہ میں تو ابھی تک حیران ہوں کہ یہ نوجوان اتنی تھوڑی عمر میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق وادب سے کیسے آشنا ہوا۔ اس کے جذبے کن سعید فضاؤں میں پلتے رہے اور وہ اس قدر حرف شناس کیونکر ہوا کہ اتنے ارفع جذبوں کو زبان دے سکے۔ وہ تو پوری معصومیت سے کہتا نظر آتا ہے۔

خدا ہی جانے ہمیں کیا خبر کہ کب سے ہے
جوان کے ذکر کا رشتہ ہمارے لب سے ہے

گویا نعت کی نعمت عظمیٰ ان کے دامن میں اس وقت ڈالی گئی تھی جب وہ سن شعور تک نہیں پہنچے تھے۔ پھر ان کی نیازمندی کو خدا جانے کس کس بزرگ اور کس کس پیارے کی دعا لگی ہوگی کہ وہ بھرپور تخلیقی جوہر سے نوازے گئے۔ انہیں اس عطیہ خداوندی کو نکھارتے اور سنوارتے چلے جانے کی لگن بھی عطا ہوئی اور یہ ذوق و شوق سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات کے بغیر پروان نہیں چڑھ سکتا۔

عجز وانکسار کی دولت اگر میسر ہو جائے تو نعت نگار کے بہت کام آتی ہے۔ صبیح رحمانی کو اس دولت کا بہت سا حصہ ملا ہے' اس لئے وہ کہہ سکے ہیں۔

کہاں ہم اور کہاں مدحت رسولؐ صبیح
اک ارتعاش سا قلب وجگر میں رکھتے ہیں

قلب وجگر کا یہ ارتعاش ہر ایک کا حصہ نہیں ہوتا اور اعلیٰ درجے کی نعت اسی ارتعاش سے رواں ہوتی ہے۔ صبیح کو یہ ارتعاش مبارک ہو۔ وہ ساتھ ہی یہ خبر بھی دیتے ہیں۔

زباں کو مدحت کی آرزو ہے
لبوں میں نغمے ہمک رہے ہیں
وہ رب صوت وصدا سے عرض گزار ہیں۔

ذکر اس نور مجسم کا ہے کرنا مقصود
مالک لوح و قلم تو مرے لفظوں کو اجال

قلم خوشبو کا ہو اور اس سے دل پر روشنی لکھوں
مجھے توفیق دے یارب کہ میں نعت نبیؐ لکھوں

صبیح رحمانی کی ایسی ایسی کئی خوبصورت تمنائیں، نہایت وقیع و رفیع نعت کی ضامن ہیں جو ان کے کلام میں جا بجا نظر آتی ہے۔ پھر یہ بات بھی نہایت خوش آئند ہے کہ۔

قلم کی پیاس بجھتی ہی نہیں مدحِ محمدؐ میں

جادہ رحمت کا نصف کے قریب نعتیہ کلام بہ پیرایہ غزل ہے۔ جبکہ باقی نصف مجموعہ پابند و آزاد نعتیہ نظموں پر مشتمل ہے۔ دونوں حصے اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ صبیح رحمانی غزل اور نظم کے مزاج اور تقاضوں کو اچھی طرح سمجھتا ہے اور وہ نعت کو اس رتبہ سے کمتر کسی صورت نہیں دیکھنا چاہتا جس تک عام غزل اور نظم پہنچ چکی ہے۔ چنانچہ وہ قدرت کلام کو ندرت آشنا کر کے اپنی نعت کو عصر جدید کے اسالیب اور رجحانات سے آراستہ کرتا چلا جاتا ہے۔ اسے اپنا منفرد لب و لہجہ بنانے میں بھی بڑی نمایاں کامیابی ہوئی ہے۔

رسالت محمدیہ ﷺ نے جو اثرات تاریخ عالم پر مرتب کیے وہ نعت کا نہایت اہم موضوع ہیں۔ ان حقائق کو جمالیاتی پیرائے میں بیان کرنا نعت نگار کا سب سے بڑا امتحان ہوتا ہے اور صبیح رحمانی کو اسی ہفت خواں کو پورے حسن کے ساتھ طے کرنے کی بدولت ہی سند کمال ملتی ہے۔ چند مثالیں۔

اتارے جسم و جاں پر اسؐ نے موسم شادمانی کے
بدل دی شہر ہستی کی فضا اول سے آخر تک

دکھائے علم کے سورج سکھائی لفظ کی حرمت
کیے وا آگہی کے سارے در آہستہ آہستہ

عرش پر فرش کے حالات سنائے ہم کو
ان کے آنے سے گیا بے خبری کا موسم

صبیح رحمانی فیوض رسالت کو ازل سے ابد تک پھیلا ہوا دیکھتے ہیں اور ذاتی حوالوں سے

بتاتے ہیں کہ کس کس طرح لوگ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید ہو رہے ہیں۔

ان کی نسبت سے دعاؤں کا شجر سبز ہوا
ورنہ ٹلتا ہی نہ تھا بے ثمری کا موسم

خواب روشن ہو گئے مہکا بصیرت کا گلاب
جب کھلا شاخ نظر پر ان کی رویت کا گلاب
ازل بھی ان کا ابد بھی ان کا
سب آئینوں میں جھلک رہے ہیں

صبیح رحمانی کی محبت و سرشاری میں ڈوبی ہوئی نعت روح عصر سے بیگانہ نہیں۔ حصہ نظم میں روح عصر بہت نمایاں ہے۔ جبکہ غزلیہ نعتوں میں اس کے بلیغ اشارے ملتے ہیں۔

اس عہد جبر میں ہر سو محبت کی اذاں گونجے
ہمیں ایسی دعا پھر اے حبیب کبریا دے دو

نور سرکارؐ دو عالم کو پکارا میں نے
جب اندھیروں کے قدم وادی جاں تک پہنچے

حاضری و حضوری کی تمنا اور کیفیات نعت کا بڑا موضوع ہیں۔ صبیح رحمانی کی نعتوں میں بھی یہ موضوع پوری دلآویزی کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ حالانکہ وہ ابھی فیضیاب حاضری نہیں ہوئے۔ البتہ ان کے جذبات بتاتے ہیں کہ باب حضوری وا ہونے ہی والا ہے۔

حضورؐ! ایسا کوئی انتظام ہو جائے
سلام کے لئے حاضر غلام ہو جائے
ختم ہونے ہی کو ہے دربدری کا موسم
جلد دیکھوں گا میں شہر نبوی کا موسم

زبان کو تاب گویائی نہیں رہتی مدینے میں
صدا دیتی ہے لیکن چشم تر آہستہ آہستہ

جو اہل دل ہیں مدینے کی سمت جاتے ہوئے
متاعِ نعت بھی زادِ سفر میں رکھتے ہیں

نظموں کا کینوس نسبتاً وسیع ہے۔ ان میں امتیان مصطفیٰ کے تمام تر مسائل چھیڑے گئے ہیں اور صحن اقصیٰ سے دہلیز کشمیر تک ہونے والے مظالم کے حوالے سے رحمت طلب کی گئی ہے۔ نفاق امت کا اعتراف بھی کیا گیا ہے۔ انسان کے ذاتی واخلاقی آشوب کی گونج بھی ان نظموں میں سنی جاسکتی ہے۔ صراط خیر کی آرزو ان نظموں کے بین السطور میں تو ہر کہیں ملتی ہے۔ لیکن کہیں کہیں یہ تمنا بہت واضح ہو گئی ہے۔

میں اپنی علالت کے باعث اس حسین وجمیل نعتیہ مجموعہ کے ساتھ انصاف نہیں کر سکا۔ لیکن اس کے مطالعے سے میں اس نتیجہ تک ضرور پہنچ چکا ہوں کہ جادہ رحمت نعتیہ ادب میں ایک جہت نما اضافہ ہے اور اہل ادب کو اسے دل میں جگہ دینی چاہیے۔

خوشخبری

مطالعۂ ادب کے شائقین کے لیے خوش خبری ہندوستانی رسائل و جرائد اور ادبی کتابوں کے لیے ہم سے رابطہ کیجیے

رابطہ: اکادمی بازیافت، اردو سینٹر، کمرہ نمبر۲۳، مین اردو بازار، کراچی
فون : ۲۶۳۳۳۳۰

ادیب رائے پوری

ایک خط صبیح رحمانی کے نام

پیارے صبیح رحمانی تمہاری کتاب "خوابوں میں سنہری جالی ہے" موصول ہوئی۔ تم جیسے حسانؓ سے حسانؓ کی شیریں سخنی اور جذباتِ اویس قرنی کے طالب کو ہم اپنے الفاظ و معانی کے مرجان و یاقوت اور لعل یمنی کیا دیں۔ سچی بات بھی یہی ہے کہ رحمت کی گھنی چھاؤں کی آرزو حسین تخیلات اور بلند افکار کی چتر چنبری سے تو پوری نہ ہوگی۔

مجھے نہیں معلوم کہ تمہاری شاعری میں "سنجیدہ سرگرمی" ہے کہ نہیں۔ میں نے جو کچھ دیکھا غلط یا درست، تمہارے اشعار میں جذبہ عشق رسول ﷺ کی فراوانی ہے جس کے سبب اکثر تمہاری انکھیں نم ہو جاتی ہیں اور یہی سیل اشک تمہیں بہا کر مدینہ لے جاتا ہے۔ اب تمہارا یہ جذبہ عقیدت کے سمندر میں بہہ جانا "کاغذ کی ناؤ" ہے یا وہ بیڑہ جو بحر ظلمات اور طوفان رنج والم سے نکال کر سکون دل اور قرار جاں تک لے جاتا ہے جسے مدینہ کہتے ہو۔ میرا دل تم سے ایسے اشعار سن کر "اچاٹ" نہیں ہوتا اور خدا نہ کرے نہ "مایوسی" تمہاری نعتیہ شاعری کا یہ رخ کتنا حسین ہے جب تم "نعتیہ محفلوں کو گرمانے" کے لئے لکھ کر اپنی ہی طرح سننے والوں کی آنکھوں کو بھی اشکبار کر دیتے ہو۔ پھر یہ سیل اشک نہ جانے کس کس کو بہا کر لیجاتا ہوگا۔ کسی نے سچ ہی کہا "گھائل کی گت گھائل جانے"۔ خدا تمہیں نئے نئے شاعرانے تجربہ کی بلندیوں تک لیجائے مگر گھائل ہی رہنا۔ تمہارا ایک قدم فن کے خانہ میں ہے تو دوسرا عشق کے خانہ میں ایسا نہ ہو کہ اہل فن کے بے حد اصرار پر دوسرا قدم بھی فن کے خانہ میں رکھ دو بلکہ ایک "سحر انگیز" مصرعہ ہدایت کو اختیار کرنا جو کسی "انصاری" نے تمہیں کبھی کہا تھا۔

ایک ہی لہر کا دامن تھامے ساری عمر بتا دینا

شاید میرے اس جذبہ کو روایت پرستی کہتے ہوں لیکن تقصیر معاف، نعت میں اسے اہل محبت نہ تو برا کہتے ہیں نہ برا سمجھتے ہیں بلکہ اس روایتی اور مروجہ انداز میں شاعری کے دامن کو نعت کے عطر سے معطر کہتے ہیں اور دور مدینۃ الاولیاء میں بیٹھ کر ایسا کہتے ہیں کوئی "شبنم" جیسے ٹھنڈے، نرم اور تر لہجہ میں کہتا ہے کہ روایتی نعت

کی سرحد کو پار کر کے قریۂ شعر کی فضا میں داخل ہونا دونوں جہتوں کو سمیٹنا ہے یعنی ہر جہت قابل احترام ہے۔ ہم بھی اسی روایت پسندی کے حامل ہیں مگر ڈرتے ہیں کہ کوئی ناپسندیدگی کے اظہار میں ہمیں "روایت گزیدہ" جیسی ادبی گالی نہ دیدے۔

"خوابوں میں سنہری جالی ہے" "میرے بھی خوابوں کا سرمایہ ہے لیکن عالم بیداری میں اس روح پرور تصور کی تصویر تم نے جو الفاظ سے بنا دی ہے وہ پیش نظر رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔" "تمہاری مقبول نعتوں کا انتخاب" "میں اس سے متفق نہیں۔ مجھے یہ کوئی بتائے کہ کیا تمہاری غیر مقبول نعتوں کا کوئی انتخاب ممکن ہے، میں تمہاری ان نعتوں کا انتخاب پیش کر سکتا ہوں جو مقبول ہیں لیکن اس انتخاب میں شامل نہیں۔ جب ظلمت خیال سے نکل کر تمہارے الفاظ روشنی کی سمت سفر کر رہے ہیں اور تمہاری پر سوز نواء سے چراغ جلنے لگتے ہیں تو ہر لفظ انتخاب ہے۔

تمہاری نعت گوئی اور "خوابوں میں سنہری جالی ہے" پر تبصرہ کے لئے تکلف نہیں ہے بے قراری کا جذبہ ہے اس لئے کہ شاید سنہری جالیوں پر کچھ لکھنے کے طفیل ایک بار پھر حضوری کا شرف حاصل ہو۔ اب دیکھو کیسے کیسے دل آویز اور حسین خیالات رخشندہ لفظوں کے ساتھ میرے قریب آگئے، کیوں نہ ان مہکتے اور رنگین کلمات تحسین سے تمہاری نعت گوئی کا سہرا سجادوں۔ یوں خیال اُترا کہ "فکر سخن میں تمہارا انہماک، نئے نئے اسالیب کی تلاش خوش آہنگ الفاظ، دل آویز ترکیبوں، بدیع تشبیہات اور استعارات سے اپنے کلام مزین کرنے کی فکر، یہ تمہاری زندگی کا ایک ایسا مشغلہ ہے جو اپنی کیفیت میں عبادت سے کم نہیں۔ یہ تمہاری ذہنی تطہیر اور قلبی تطہیر کے لئے ایک وظیفہ ہے۔"

کتنا خوب صورت خیال آیا لیکن معلوم ہوا کہ مجھ سے پہلے اس خیال کو بہت دور بیٹھے ایک بزرگ محترم نے اپنی متاع اظہار بنا کر تمہیں کو پیش کر دیا۔ خیر اب اور کچھ کہہ لیں گے۔ فکر پر پہرے تو نہیں۔ یوں کہہ کے دیکھا

"یہ نئی اور جوان آواز بڑی موثر، محتاط اور ایک انفرادیت سے معمور ہے۔"

پھر سوچا کہ یہ کم ہے کچھ اور کہوں "نعتوں کے مضامین رسول اکرم ﷺ کی محبت سے اخذ کرتے ہیں اور محبت اور سوز کی زبان میں شگفتہ الفاظ اور دلکش استعاروں میں ان کو بیان کر دیتے ہیں" پھر خیال آیا کہ اضافہ کروں یہ تھوڑا ہے تو لکھا "با محمد ہوشیار رہنے کا سلیقہ رکھتے ہیں اور اس پر پوری طرح قادر ہیں" اور پھر قلم نے اصرار کیا یہ لکھو "فکر اعتبار اور فنی معیار کا متوازن رنگ و آہنگ ان کے لہجے اور اسلوب میں موجود ہے۔ وہ انتہائی کاوش طلب عرصہ گاہِ سخن میں ان کی راست سمت سفر کی بڑی روشن عامت ہے۔" "ان کے نعتیہ اشعار میں ایمان اور وجدان کی تب و تاب اہل ذوق کی توجہ کا مرکز ہے" اور پھر یوں نہ کیوں لکھوں کہ "کم عمری میں

اتنا پالیا ہے جو دوسروں کو ایک عمر گذارنے کے بعد بھی مشکل سے نصیب ہوتا ہے۔" "تمہاری نعتیں جذبے کی سچائی، خلوص کے رچاؤ اور بیان کی تازگی کے جوہر سے مالا مال ہے۔ اتنا لکھ کر مطمئن ہوں کہ میں نے میرے خیال نے بہت اچھا منظر پیش کیا ہے اس میں اور کچھ اضافہ ہونا چاہیے تو یوں خیال آیا:

"صبیح رحمانی حقیقی معنوں میں ایک وہبی و فطری نعت گو شاعر ہیں نادرہ طرازی اور تازہ کاری ان کے فکر و فن کی امتیازی علامات ہیں۔"

اچھا یہ اضافہ اور کر دوں "نعت گوئی کی صلاحیت انہیں مبداء فیاض سے ملی ہے۔ عشق رسول ﷺ کی سرشاری ان کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ ان کے نعتیہ کلام میں مصرعوں میں چستی، آہنگ اور اثر آفرینی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔" "ایک بھرپور جملہ کا جو بلیغ ہے خیال آیا لکھتا ہوں" "صبیح رحمانی کی شاعری تمامتر حصارِ نعت میں ہے۔" "یہ لکھ کر میں بہت خوش ہوا کہ خوبصورت بات نکلی، اور اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی نکلی کہ "صبیح رحمانی کی شاعری عصر حاضر کے تناظر کی خوش رنگی سے رنگین ہے اور عہد آئندہ کے امکانات کی رعنائی کو اپنے فکر و اظہار میں سمیٹے ہوئے ہے۔" "اب کچھ مستقبل کی بات بھی کرنی چاہیے حال پر تو لکھنے والے اور بھی ہوں گے تو یوں خیال وارد ہوا" "صبیح کا اسلوب اعلان کر رہا ہے کہ آنے والا وقت اس کے لئے آنکھیں بچھائے ہوئے ہے۔" "اللہ تمہیں مدحتِ رسول کی معراج عطا فرمائے" اور دل میں آہستہ سے آمین کہہ رہا ہوں اور اگر میں یہ بھی لکھوں تو اس میں کیا شک ہے کہ "صبیح رحمانی نے اپنے وجود خاکی میں آرامگاہِ مرسل آخر کی ایک دنیائے نور و نکہت بسا رکھی ہے اور اسی خاک پا کا فیضان ہے کہ ان کی نعت کے سچے حروف ان کے جذبہ صادق کے گواہ بن گئے ہیں۔" "اور پھر ایسا آخر کیوں نہ ہو کہ" "یہ ایک ایسے جواں سال شاعر کا کلام وجدانی ہے جو اپنی عمر سے آگے بڑھ کر لب کشاء ہے۔" "اب میں اپنی عمر طویل یا بڑھاپے کے خیال سے یہ بھی لکھدوں" "اگر نعت گوئی شاعری کی عبادت ہے تو مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ صبیح رحمانی کی جوانی کے عالم میں یہ نعتیہ شاعری مجھ جیسے بہت سے ماہ و سال کی خاک میں اٹے ہوئے شاعروں سے افضل بھی ہے اور بہتر بھی۔" "یہ کہہ کر میں نے اپنے نفس امارہ کا جو حشر کیا ہے یہ وہی جانتا ہے۔ ہاں اتنک کہاں کہاں سے گلہائے عقیدت چن کر لا رہا ہوں جب غور کرتا ہوں ایک نیا خیال سامنے آجاتا ہے تو خوش ہو جاؤ گے جب یہ کہوں گا کہ "صبیح رحمانی کی سانس کی ڈوری نعت کے رشتہ سے منسلک ہے۔ احتیاط کا ملبوس اور جدتِ افکار کا خلعتِ بے بدل اس کی قامتِ موزوں پر سجا ہوا ہے۔" اچھا یہاں تک تو تمہاری شاعری اور نعت گوئی پر کہہ دیا کچھ تمہارے کردار پر تو یہ خیال کیا ہے؟ "صبیح رحمانی نعت سے منسوب جس شخص سے ملتا ہے اسے اپنائیتوں کے حصار میں لے لیتا ہے۔" "میں نے یہ خیال کہیں پڑھا تھا کہ پتھر کی چٹان کے اندر ایک حسین پیکر پہلے ہی موجود ہوتا ہے۔ سنگ تراش فن کار اس کو تراش کر سامنے لے آتا ہے لیکن مجھے خیال

آیا کہ تمہارے جیسا فنکار صرف پتھر کی چٹان سے پوشیدہ پیکر کو نمایاں نہیں کرتا بلکہ

"قربت و محبت، وفور شوق، احساس معصیت، استدعا اور التماس کے کئی قیمتی الماس تراشتے ہیں"

سوچتا ہوں بہت کچھ پیش کر دیا البتہ رخصت ہوتے ہوئے آخری سطور ایسی لکھوں کہ روح پھڑک اٹھے اور وہ یہ کہ

"نعت صبیح رحمانی کے حق میں حرفِ دعا ثابت ہوئی ہے"

بات جب دعا تک پہنچ گئی تو پھر یہ دعائیہ کلمات بھی کہہ دوں کہ صبیح رحمانی سلمہ کے نغمہ ثناء میں اس کی روح کی سرشاری اور اس کے دل کی آبگینہ صفتی کا امتزاج ملتا ہے، اللہ کرے وہ (صبیح) محبت آقا ﷺ کی حیات بخش فضاء میں یوں ہی آباد رہے اور ہماری روحوں کو اپنے نغمہ سے یوں ہی آباد رکھے۔" (آمین)

صبیح! میں بہت خوش ہو رہا تھا بے پایاں مسرت میرے گرد گھوم رہی تھی۔ تمہاری شاعرانہ خوبیوں اور نعت گوئی پر اتنے الفاظ کے موتی چنے اتنے لعل وزمرد جمع کئے کہ ان کے بعد گنجائش مزید نہ رہی لیکن میں حیرت کی فضاء اور تعجب کے غبار میں گم ہو گیا کہ میں خواب غفلت میں رہ گیا تھا اور یہ تمام جگمگاتے حروف اور مہکتے الفاظ تم سے بہت پہلے قرطاس پر زینت کا تاج پہنے نظر آرہے تھے۔

اللہ اللہ علم و آگہی اور دانشوری کے یہ جوہر شناس کیسے دانا و بینا حضرات تھے، جو کاروان تخیل کے خیموں سے تمام متاع فن اظہار لوٹ کر لے گئے، اور اب میرے لئے کارواں کے گذر جانے کے بعد خیموں کے نشاں اور ان کے نقوش پا ہی رہ گئے۔ شاید میں کچھ نہ لکھ کر تمہیں تو مطمئن نہ کر سکا لیکن اپنے ضمیر کو مطمئن ضرور کرنا ہے اس لئے اب صرف یہ جملے:

جو تجھ سے بہت آگے جا رہے تھے وہ تجھے مڑ کر دیکھنے پر مجبور ہو گئے
تو سرو پیادہ قد ہی سہی لیکن ہر سرو قامت تجھے حیرت سے دیکھ رہا ہے

(ادیب رائے پوری)

شاہ مصباح الدین شکیل

صبیح رحمانی!

تری طاق جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں

۱۳ر جنوری ۱۹۹۶ء کی ایک یادگار شب تھی جبکہ انجمن طلبائے قدیم جامعہ عثمانیہ (پاکستان) کی جانب سے سالانہ مشاعرہ بہادر یار جنگ اکادمی سے ملحقہ میدان میں منعقد ہوا۔ محفل شعر و سخن کا اختتام ایک ایسے نوجوان کے کلام پر ہوا جس کی وجہ شناخت ہی نعت گوئی ہے۔ مزید تعارف یہ بھی ہوا کہ ان کا تعلق بھی ارض دکن سے ہے۔ ایک تیکھے نقوش کا ملیح نوجوان نعت سنانے کے لئے مائیک پر آیا۔ اس نے نعت سنانی شروع کی تو یوں محسوس ہوا کہ مضراب صوت نے دل کے تاروں کو چھیڑ دیا ہے۔ خوش نظر، خوش لباس و خوش گلو نوجوان شاعر نے ایک سماں باندھ دیا۔ ایک طرف اشعار کی لفظی و معنوی خوبیاں دوسری طرف پر اعتماد لحن داؤدی میں آواز کا زیر و بم۔ اوروں کی تو خبر نہیں مجھ پر ایک کیفیت گریہ طاری ہو گئی اور پھر جو ری سو بے خبری رہی۔

نعت کا پہلا ہی شعر، عقیدت کی سوغات، ہواؤں کے دوش پر سوار، لحن داؤدی کی صورت سماعت تک پہنچا تو اپنے وجود میں مجھے ایک ارتعاش سا محسوس ہوا۔ سیرت طیبہ کے تناظر میں دنیائے دل دگرگوں ہونے لگی۔

کوئی مثل مصطفےٰ کا، کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رتبہ، کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

ایک شعر میں تاریخ انبیاء کا مکمل اور خوب صورت احاطہ۔ زمانوں پر محیط ایجاز و معانی کے کوزے میں دریا۔ از دل خیز د بر دل ریزد کی لہر تاثر۔ نوجوان نے شعر دہرایا ___ ادھر حب نبی ﷺ کے دریا کی یک لہر منبع دل سے اٹھی، آہ و بکا کے دفینوں کو کھولتی، آنسو کے موتیوں کو رولتی، چشم نم کے بند حسن توڑتی، عقیدت کا عاجزانہ خراج پیش کرنے لگی۔ لفظ و بیان نے صوت و آہنگ میں عقیدتوں کا پُر نور لبادہ پہن کر برملا اظہارِ حقیقت کیا۔

انہیں خلق کر کے نازاں ہوا خود ہی دستِ قدرت
کوئی شاہکار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

گریہ کو لاکھ ضبط کیا، آہوں کو ہزار دبایا لیکن آہِ نیم شبی بے قابو ہو گئی۔ بھری بزم میں راز افشا ہو گیا۔ جب تک نعت جاری رہی، کیف و کم، سوز و غم، نالہ کم کم اور گریہ پیہم کی فضا طاری رہی۔ ساز دل پر مضراب شعر جس زاویہ سے بھی پڑا حیات طیبہ کے گوشے روشن ہوتے گئے۔ یوں لگا جیسے سوز محبت جاگ اٹھا ہو میں نے اپنے وجود کو چلتا ہوا محسوس کیا۔ آواز نالہ شب گیر کی صورت بلند ہوئی۔ وجود کی کثافت، لطافت سے بدلنے لگی، ادھر شاعر نے شمع ایمان کی لو تیز کی۔

کسی وہم نے صدا دی، کوئی آپ ﷺ کا مماثل
تو یقیں پکار اٹھا، کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

ادھر میرا دامن موتیوں سے بھر گیا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ عالم بے خبری میں پر عزم لہجہ نے ایک اور اعلان کیا۔

میں ہوں وقفِ نعت گوئی کسی اور کا قصیدہ
مری شاعری کا حصہ، کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

نہ جانے کیوں یہ سن کر ایک فارسی کا شعر میرے ذہن میں تازہ ہو گیا۔

اگر سیاہ دلم، داغ لالہ زار تو ام
و گر کشادہ جبینم، گل بہار تو ام

اس عمر میں یہ اعزاز جبکہ اکثر اہل قلم امیر شہر اور حکمران وقت کی قصیدہ گوئی کے لئے وقف ہوتے ہیں۔ یہ اعلان بڑی بالغ نظری اور بلند فکری کا نشان ہے۔ فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست ___ اللہ اکبر ___ شاعر کا طائر کتنا بلند بانگ، شہپر جبرئیل کے سایہ میں ہے۔ یہ بات "خدا جسے نفس جبرئیل دے تو کہوں" سے ہم آہنگ ہے۔ "ورفعنالک ذکرک" کے رمز شناس کا پرتو ہے۔ یہ مقام ہر ایک کا مقدر نہیں۔ شاعر کی نفیر عام سن کر اہل محفل نے سبحان اللہ کی صورت داد و تحسین کی صدائیں بلند کیں۔ محفل برخواست ہوئی۔ عالم بے خبری سے خلعت خبر عطا ہوئی۔ آپے میں آیا تو شہ نشین پر جا کر شاعر کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ بڑی دیر تک بغل گیر رہا۔ سینہ کی گرمی اور انفاس کی خوشبو سے مہکتا رہا۔ یہ میرا صبیح رحمانی سے پہلا تعارف اور پہلی ملاقات تھی۔ کلام شاعر بزبان شاعر کی قبیل سے۔

اہل محفل کے مقابلہ میں میری اخذ تاثر کی حس اس لئے بھی تیز تھی کہ اپنی زندگی کا ربع صدی سے زیادہ حصہ میں نے سیرت طیبہ کے عمیق مطالعہ اور تحقیقی مواد کے جمع کرنے میں صرف کیا۔ اس جستجو

میں دنوں کی تپش اور شبوں کا گداز میرے وجود کا حصہ بن گیا۔ پھر بھی کاسہ طلب کبھی "شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا" کے جذبہ سے خالی نہ رہا۔ سیرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد از جلد اشاعت کے جنون نے مجھے گرد و پیش سے غافل کر دیا تھا۔ نہ مشاعرے نہ ادبی محفلیں۔ یہی وجہ تھی کہ میں مطلع نعت پر ایک ابھرتے سورج کی روشنی سے محروم رہا۔ قلق اور دل کا سوا ہو گیا۔

اس کے بعد مجھے ایک شب اس نورانی محفل میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی جہاں رات بھر نعت خوانی کا اہتمام تھا۔ کراچی کے صف اول کے نعت خواں جمع تھے جو اپنی خوش الحانی سے ہزاروں کے اجتماع کو مسحور کر رہے تھے۔ اسٹیج پر نعت خوانوں کے درمیان صبیح رحمانی بھی تھے اور سچ تو یہ ہے کہ ان ہی کو جی بھر سننے کے لئے میں کشاں کشاں چلا آیا تھا۔ قاری وحید ظفر قاسمی، صدیق اسماعیل اور ان کے ہم رتبہ خوش گلو نعت خواں اکثر یہ کہتے کہ یہ نعت جس شاعر کی ہے وہ خوش قسمتی سے ہمارے درمیان موجود ہے۔ نعت صبیح رحمانی گلوئے قاسمی سے ادا ہو رہی تھی اور اہل محفل ہمہ تن بر سار ہے تھے۔ اسی محفل میں شعر اور لحن کو شاعر کی ذات میں دو آتشہ ہوتے بھی دیکھا۔ دل گداز ہو رہے تھے۔ آنسو موتی کی لڑیوں میں ڈھل رہے تھے۔ "نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم"

ہاں مجھے خوب یاد آیا، اسلام آباد میں ۱۲ر ۱۳ر ربیع الاول ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۱، ۲۲ر اگست ۱۹۹۴ء میں قومی سیرت کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔ اس کے مندوبین شالیمار ہوٹل، راولپنڈی میں ٹھہرائے گئے تھے۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے جتنے مہمان آئے ڈائریکٹر جنرل وزارت مذہبی امور کے تعارفی خط کے ساتھ پی ایس او کی جانب سے "سیرت النبیؐ البم" ان کو تحفتاً پیش کیا گیا۔ لوگوں کو یہ بھی پتہ چل گیا کہ اس البم کا مولف بھی اسی ہوٹل میں مقیم ہے۔ ناشتہ کے بعد میں کوچ کے انتظار میں لاؤنج کے ایک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا کہ پہلی جلد کی ایک کتاب لئے ہوئے ایک شائستہ نوجوان میرا نام لیتا ہوا آیا، میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا اور وہ مجھے پہلی ہی نظر میں پسندیدہ لگا۔ یہ میرا مجموعہ نعت ہے "جادۂ رحمت" آپ پڑھ کر اپنی رائے دیجئے۔ غالباً اس نے یہ بھی کہا کہ میرا خمیر بھی اسی مٹی سے ہے جہاں کے آپ ہیں۔ میں نے شکریہ کے ساتھ وعدہ کر لیا۔ کانفرنس میں "سیرت النبی البم" کا بڑا چرچا رہا۔ کئی مندوبوں نے اس انمول تحفہ کو دل کھول کر سراہا۔ شام کچھ قدرداں ملنے کے لئے میرے کمرہ پر آئے ان ہی میں راجا رشید محمود، ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی اور حضرت حافظ لدھیانوی تھے۔ حافظ لدھیانوی کی شفقتیں اس لمحہ سے شروع ہوئیں تو آخر لمحہ تک جاری رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے بڑی محبت کے آدمی تھے۔ تغزل کی پختگی کے ساتھ جب "منبع نعت" کا طواف کرنے لگے تو ان کا بیان ہے کہ ہر روز نماز فجر کے بعد ہی قلم و قرطاس کے عطا کرنے والے سے نزول نعت کی دعا کرتا ہوں اور اب یہ معمول ہے کہ "حضوری کی تمنا اشک جب

آنکھوں میں لاتی ہے "تو تسبیح روز و شب میں بلاناغہ نعت کا ایک موتی پروتا ہوں۔

مواجہ پر کھڑا ہوں دامن اُمید پھیلائے
مسلسل جس کی ہے جود و سخا شہر مدینہ ہے

سہ ماہی "سیرتِ طیبہ" کے مدیر مولانا عبدالعزیز عرفی بھی اسی ہوٹل میں مقیم تھے۔ انہوں نے مجھے ساتھ لیا اور حافظ لدھیانوی سے انٹرویو لینے ان کے کمرہ پر گئے۔ اس انٹرویو کا ایک سوال یہ بھی تھا کہ "عام طور پر زیادہ تر شعراء غزل گوئی سے نعت کی طرف گئے ہیں پاکستان میں کوئی ایسا شاعر بھی ہے نعت گوئی جس کی وجہ شناخت ہو۔" حافظ لدھیانوی نے جواب میں ارشاد فرمایا ہاں حفیظ تائب اس شرف کے حامل ہیں۔ اتفاق دیکھیے یہ اسی شرف والی صف کے بیٹھنے والوں میں صبیح رحمانی بھی شامل ہو گئے۔ "تانہ بخشد خدائے بخشندہ" کی سند حاصل کر لی۔

یہ وہ صف ہے جس کی روحانی قدردانی کا سلسلہ حضرت شرف الدین بوصیریؒ (مقبول قصیدۂ بردہ کے شاعر) کے توسط سے قرونِ اولیٰ کے دربار نبویؐ کے ثناء خوان محمد "(ﷺ) حضرت کعب بن زہیرؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ سے جا ملتا ہے۔ جن کی نعت گوئی پر پسند کا اظہار کسی کو عطائے بردہ (چادر) کی صورت میں ہوا، کسی کو کسی اور انداز میں۔ قصیدۂ لامیہ (بانت سعاد) کے اس شعر پر جس کا ترجمہ ہے

"بے شک رسول اللہ ﷺ نور ہیں ایسا نور جس سے روشنیاں حاصل کی جاتی ہیں۔ اللہ کی کاٹ دار تلواروں میں سے ایک ہیں جو نیام کے اندر سے سونت لی جاتی ہے۔"

اس شعر سے محبوب رب المشرقین والمغربین محظوظ ہوئے اور جو بردیمانی (یمن کی دھاری دار چادر) اوڑھے ہوئے تھے، دائرہ کفر سے نکال کر جادہ ہدایت پر رواں ہونے والے شاعر حضرت کعبؓ بن زہیر کو عطا فرمائی۔

لوحِ قلب پر ایک نقش ابھرا ____ "نازاں منم کہ ہمچو توئی قدردانِ من"

عمرۃ القضاء (۷ھ) کے موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اونٹنی قصویٰ کی مہار پکڑے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور زبان پر رجز کا شعر تھا:

"اے کافروں کی اولاد ____ آپ (ﷺ) کا رستہ چھوڑ دو کیونکہ ہر طرح کا خیر رسول اللہ ﷺ ہی کے ساتھ ہے۔ اے پروردگار! میں ان کے تمام اقوال پر ایمان رکھتا ہوں، انہیں مانتا ہوں اور مان کر ہی اللہ کا حق پہچانتا ہوں۔"

حضرت عمرؓ نے ٹوکا حرم میں اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے شعر پڑھ رہے ہو؟ ارشاد ہوا، "عمر! میں ابن رواحہؓ کو سن رہا ہوں ان کے شعر کافروں پر تیر بن کر چبھ رہے ہیں۔"

اس اعترافِ فن پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ____ "کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ" سراپا تصویر شکر بنے ہوئے تھے۔

گر تن ہمہ ریزہ ریزہ گردد ____ مہر تو ز جاں رود محال است

میدان موتہ میں ان کے رجزیہ اشعار حور شہادت کو تاخیر وصال پر شرمار ہے تھے۔

ایک بار تاجدار کشور رسالت ﷺ نے آستانہ حضرت کعبؓ بن مالک انصاری پر قدم رنجہ فرمایا۔ وہ بے تابانہ مکان سے باہر نکلے تو تبسم کے ساتھ ارشاد ہوا ____ اے ابو عبداللہ! ____ آج میں تمہارا کلام سننے آیا ہوں۔ دل کی کلی کھل اُٹھی، بڑے ذوق و شوق سے اشعار پڑھے۔ معلم کتاب و حکمت سن کر محظوظ ہوئے۔ فرمایا "اور کچھ" تعمیل میں کئی شعر سنائے۔ کچھ دیر بعد ادب کے تقاضہ سے رک گئے۔ ارشاد ہوا "اور سناؤ" تین بار فرمائش کر کے ان کا کلام سنا۔ اعتراف کمال ان الفاظ کی سند پر ہوا: "کفار پر ان کی زد تیر سے بھی زیادہ سخت ہے۔" زبان شکر وا ہوئی ____ توز غنچہ کم نہ دمیدۂ درِ دل کشا بہ چمن درآ

دربار نبوی کا یہ وہ راجز تھا جس کے شعر کی تاثیر سے کفار لرزہ بر اندام ہو جاتے تھے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ رسول اللہ ﷺ کے لئے مشرکین کے حسب نسب کی ہجو کرتے تھے۔ وہ جان کے بجائے زبان سے جہاد کرتے تھے۔ اسی مدافعت سے خوش ہو کر ارشاد ہوا:

"اے حسانؓ! میری طرف سے جواب دے۔ دعا فرمائی اے اللہ! روح القدس کے ذریعہ اس کی تائید فرما۔"

ان کی قدردانی یوں کی جاتی تھی کہ سرور کشور رسالت ﷺ مسجد نبوی میں منبر رکھوا دیتے تھے۔ حضرت حسانؓ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی مدح کرتے۔ ایک شعر کا ترجمہ ہے۔

"جب رسول اللہ ﷺ کی پیشانی اندھیری رات میں نظر آتی ہے تو اس کی چمک نہایت روشن چراغ کی طرح ہوتی ہے۔"

دوسرا شعر سنایا:

"پس رسول اللہ ﷺ کا مثل کہ حق کا نظام اور ملحد کو عذاب جان ہیں ____ کون پیدا ہوا اور کون آئندہ ہو سکتا ہے؟"

آپ ﷺ ان اشعار کو سن کر نہایت مسرور ہوتے۔ یہ تبسم شاعر کا سرمایہ دنیا و دین تھا۔ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم۔

اللہ اللہ مداحان رسول اور ثناء خوانان محمد ﷺ، چہ خوش لقبی ____ کے کیا کیا مقامات ہیں۔

مدحت رسول ﷺ سے سراپا سرشار صبیح رحمانی کے وجدان نے عالم برزخ کا ایک منظر جس خوبی سے کھینچا ہے شافع محشر کے مجبوروں کے لئے نوید عقبیٰ ہے "تری آواز مکے اور مدینے"

فرشتوں نے مری لوحِ عمل پر روشنی رکھ دی
"ثنا خوانِ محمدؐ" لکھ دیا اول سے آخر تک

'مری دعا ہے کہ ہو آرزو تری پوری"____ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب کے صدقے میں چشمِ تمنا کا یہ منظر حقیقت بنا دکھا دے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

صبیح رحمانی نے مروجہ اصنافِ سخن کی ہر ہیئت میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے اور پورے کمال فن کے ساتھ۔ کم عمری اور کلام کی پختگی کا یہ امتزاج حد درجہ حیران کن ہے۔ اسے سوائے اللہ کی دین کے اور کس طرح تعبیر کیا جائے؟ یہی نہیں بلکہ جدید ترین صنف شعر "ہائیکو" میں بھی نعت کہنے کی روایت کو آگے بڑھایا ہے جیسے

(۱)
صرف مدینے میں
اور کہاں پر اُگتے ہیں
سورج سینے میں

(۲)
ذہن سلگتے تھے
آپ سے پہلے اے ہادیؐ
لوگ بھٹکتے تھے

(۳)
یادِ پیغمبر
روز چراغاں کرتی ہے
میری پلکوں پر

(۴)
روشن ہیں چہرے
رنگ ہیں جن پر آقا کی
نسبت کے گہرے

میرا سوات کا سفر "جادۂ رحمت" کے ساتھ طے ہوا۔ بونیر میں آستانہ پیر بابا (جو میرے جد امجد ہیں) میں اس کا مطالعہ کیا اور اس نعتیہ کلام سے بے حد متاثر ہوا جس میں بیان جمال کی جھلکیاں بھی ہیں اور جمالِ بیان کی خوبیاں بھی۔ کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست۔ عقیدت کے اسلوب میں جدت، احساس میں تازگی، الفاظ میں بانکپن، جادۂ رحمت کو کئی بار پڑھا اور کئی تراکیب، مصرعے اور شعر لوحِ ذہن پر نقش ہو گئے۔ مجموعہ نعت "جادۂ رحمت" کمیت میں مختصر کیفیت میں دلوں کو گداز کرنے والا وزن رکھتا ہے۔ میں نے سرتاپا کیف میں ڈوب کر اپنے تاثرات قلم برداشتہ لکھے اور پیر بابا پوسٹ آفس سے خود سپردِ ڈاک کیا۔ افسوس وہ خط نہ جادۂ رحمت کے راہرو کو ملا نہ ہی اس کی نقل میرے پاس رہی۔

کراچی میں بہت دنوں بعد صبیح سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے شکایت کی اور میں نے اپنے احساسات کو ڈاک کی نذر ہونے پر افسوس کیا۔ کاتب اور ڈاک کے مظلوموں میں ہم دونوں شامل ہو گئے۔ میں "جادۂ رحمت" کے انوار سے اس درجہ متاثر ہوا کہ ۱۹۹۶ء میں سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی جلد اول نئے سرے سے کمپیوٹر کیلوگرافی میں شائع ہوئی تو کئی پیراگراف کے عنوانات صبیح کی ترکیبیں اور مصرعے بنے۔

میری نظر میں شاعر کے کمال فن کا اس سے بہتر اعتراف ممکن نہ تھا۔ اسی طرح حفیظ تائب، سرشار صدیقی اور حافظ لدھیانوی کے نعتیہ کلام نے بھی اس جلد کے کئی پیراگرافوں کا عنوان بن کر میرے بیان کی ترجمانی کی۔ ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس میں خودستائی کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ سیرت طیبہ پر میری کتاب ابھی سیرت نمبروں کی شکل میں نکل رہی تھی۔ ورودِ مدینہ کا موقع تھا۔ بنی خزرج کا ایک ایک خاندان سراپا انتظار اپنے محلہ کی رہ گزر پر رسول اللہ ﷺ سے اپنے ہاں قیام کی درخواست کر رہا تھا۔ اس منظر کی ترجمانی کے لیے میں نے جناب فضل گلبرگوی کے مصرع "نقش پا سے لپٹ گئے رستے کو عنوان بنایا" انہوں دیکھا تو بے حد خوش ہو کر کہا کہ حضور ﷺ سے متعلق ہو کر مصرع امر ہو گیا" کس کا خیال کون سی منزل نظر میں ہے" بزرگانہ شفقت سے اپنے مضامین کے ایک نثری مجموعہ کو اس پیمند ال سے معنون فرمایا۔

حبِ رسول کی شمع سے دلوں کو روشن رکھنے والے مہجوروں کی سب سے بڑی آرزو "روضہ رسول ﷺ" پر حاضر ہے۔ یہ وہ تمنا ہے جس نے تخیل کی پرواز سے نعتیہ ادب میں جذبات سے رنگین، مہکتے گلاب کھلائے ہیں۔ یہی اس صنف سخن کی جان ہے۔ مشتے از خروارے

صبا بسوئے مدینہ رو کن، ازیں دعا گو سلام بر خواں
بگرد شاہ مدینہ گردو بصد تضرع پیام بر خواں
بہ بابِ رحمت گہے نظر کن، بہ باب جبریل گہ جبیں سا
صلوٰۃ منی علی نبی، گہے بہ باب السلام بر خواں

(خواجہ نظام الدین اولیاء)

ماہمہ تشنہ لبانیم توئی آب حیات
لطف فرما کہ از حد می گذرد تشنہ لبی

(محمد جان قدسی)

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں
قافلے والے چلے جاتے ہیں آگے آگے
مدد اے شوق کہ میں پیچھے رہا جاتا ہوں

(امیر مینائی)

حسرت ہے کہ طیبہ کو چلی جاتی ہے دنیا ہوتا نہیں کیوں حکم ہماری طلبی کا

(احسن مارہروی)

یہ کہنا صبا باب عالی پہ جا کر جہاں وہ ہیں عالی مقام اللہ اللہ
رہے کیوں حضوری سے مرحوم افقر بنے ہیں ہزاروں کے کام اللہ اللہ

(افقر موہانی)

کبھی نزدیک جا کر آستانے پر ملوں آنکھیں
کبھی گر دور بیٹھوں میں کروں نظارہ گنبد کا
تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روح مقید کا

(کرامت علی شہیدی)

ایک دعا صبیح رحمانی نے بھی خلوص دل سے مانگی

حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے
سلام کے لئے حاضر غلام ہو جائے

یہ دعا قبول ہوئی اور انھیں حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہاں قارئین کے لئے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ صبیح رحمانی کا مندرجہ بالا شعر اور یہ شعر،

اجالے کیوں نہ ہوں دیوار و در میں
میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کرتا ہوں گھر میں

غلام محی الدین کاتب کے خوب صورت خط میں کئی رنگوں کے دیدہ زیب بارڈر کے ساتھ بطور اسٹیکر تقسیم ہو رہے ہیں۔ یہ بھی بارگاہِ نبوی ﷺ میں قبولیت کا ایک اشارہ ہے۔

روضۂ اقدس پر حاضری مجبوروں کی معراج ہے۔ ان لمحات کی کیفیات لفظ و بیان کی گرفت سے باہر ہیں۔ یہ دنیا سکوت کی ہے۔ یہاں دل کی زبان خاموشی میں ڈھلتی ہے۔ نگاہیں راز و نیاز کا ذریعہ بنتی ہیں۔ سب نفس گم کردہ ہوتے ہیں۔ کیا جنید و کیا بایزید، اس خاموشی کو نعت صبیح "ہیں مواجہ پہ ہم" نے گویائی عطا کی۔ نعت کو پڑھیے تو عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ لگتا ہے خاموشی کو زباں مل گئی، دل ڈول رہا ہے۔ رواں رواں بول رہا ہے۔ جناب عزیز احسن نے اپنے مضمون "صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری ___ حب رسول ﷺ کا جمالیاتی اظہار" (مطبوعہ نعت رنگ، شمارہ ۶ ستمبر ۱۹۹۸ء) میں جس خوبی سے ان کیفیات کو بیان کیا ہے، جی چاہتا ہے اسے یہاں دہراؤں۔

لمحے لمحے پہ آیات کا نور ہے نعت کا نور ہے
نور افشاں درودی فضا دم بہ دم، ہیں مواجہ پہ ہم

"اس شعر میں احساسی کیفیت تو اس طرح پیدا ہو گئی کہ جو چیزیں سماعت سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً آیات، نعت یا درود شریف وہ سب نور کے سانچے میں ڈھل گئی ہیں۔ اس طرح سماعت کو بصارت کا پردہ دے کر شاعر نے ضیافت نظر کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ دوسری بات جو اس شعر کی ردیف "ہیں مواجہ پہ ہم" دیکھ کر ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ حاضری کے ان خاص اور مقدس لمحوں کو جو چودہ سو سال سے مسلسل زائرین روضہ رسول ﷺ کو محض خاموشی سکھاتے تھے اب صبیح کی اس نعت کے توسط سے گویائی میسر آئی۔ مواجہ شریف پر قلب مومن کی جو کیفیت ہوتی ہے، خود احتسابی کا جذبہ جس طرح بیدار ہوتا ہے اور نفس لوامہ جس طرح جھنجھوڑتا ہے اس کی پوری کہانی شاعر نے بلا تصنع بالکل فطری انداز میں بیان کر دی ہیں۔"

کھویا کھویا ہے دل، ہونٹ چپ، آنکھ نم، ہیں مواجہ پہ ہم
روبرو ان کے لایا ہے ان کا کرم، ہیں مواجہ پہ ہم
لمحے لمحے پہ آیات کا نور ہے، نعت کا نور ہے
نور افشاں درودی فضا دم بہ دم، ہیں مواجہ پہ ہم
ایک کونے میں ہیں، سر جھکائے ہوئے، منہ چھپائے ہوئے
گردنیں ہیں کہ بار ندامت سے خم، ہیں مواجہ پہ ہم
آنسوؤں کی زباں کہہ رہی ہے بیاں، ان سے احوال جاں
صرف اپنا نہیں، پوری امت کا غم، ہیں مواجہ پہ ہم
ہر اندھیرا مقدر کا چھٹنے لگا، دور ہٹنے لگا
قریۂ نور میں آ گئے ہیں قدم، ہیں مواجہ پہ ہم
مسکراتی ہوئی ہر تجلی ملی، کیا تسلی ملی
دور ہوتے گئے سارے رنج و الم، ہیں مواجہ پہ ہم
سب طلب گار حرف شفاعت کے ہیں، ان کی رحمت کے ہیں
چہرے چہرے پہ ہے اک سوال کرم، ہیں مواجہ پہ ہم

حاضری کے لمحات کو جس حسیت، کرب، احساس ندامت اور شاعرانہ اسلوب اظہار سے صبیح عکس بند کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ ان کی انفرادی شان نمایاں کرنے کے لئے کافی ہے۔"

ان ہی احساسات کے حامل چند اشعار ایمان کو تازہ کرتے ہیں،

زباں سے جو نکلا، صل علیٰ مواجہ پر
چراغ بن گئے، حرف و نوا مواجہ پر

درود پڑھتی ہوئی ساعتوں کے جھرمٹ میں
سلام پڑھتا ہوا، میں بھی تھا مواجہ پر

اس کیفیت اس تجربہ ذاتی، خاموشی کی گویائی ملاحظہ ہو۔

بیٹھا ہوں نبیؐ کے قدموں میں، صدیاں سمٹی ہیں لمحوں میں
اس حاضری اور حضوری پر دل وجد میں ہے جاں وجد میں ہے
پڑھتی ہے ہوا قرآن یہاں، کرتا ہے وضو ایمان یہاں
اللہ غنی یہ کیف و اثر، دل وجد میں ہے جاں وجد میں ہے
پلکوں پہ دیئے جھلمل جھلمل لفظوں کا ادا کرنا مشکل
جذبوں کی زباں ہے چشم تر دل وجد میں ہے جاں وجد میں ہے
بجھتی ہوئی آنکھوں کو لے کر حاضر ہوں صبح، مواجہ پر
ہر منظر ہے معراج نظر، دل وجد میں ہے جاں وجد میں ہے

"اس قسم کی شاعری کے بارے میں پوپ کے اظہار خیال کو فراق گورکھپوری نے جس خوب صورتی اور جامعیت کے ساتھ ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے "فن کی تمام تر خوبی یہ ہے کہ زندگی کے مسلمات اور پنچایتی خیالات اور معتقدات کو حسین طریقے پر ظاہر کر دیا جائے یعنی جو بات سب جانتے اور مانتے تھے لیکن جس کا اب تک اس خوش سلیقگی سے اظہار نہیں ہوا تھا۔"

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی کتاب "اردو میں نعتیہ شاعری" کے آخری مقالہ کے اختتام پر ایک خواہش بصورت دعا کی ہے۔

"کیا اچھا ہو کہ مردے از غیب بروں آید اور اُردو کی نعتیہ شاعری کا محققانہ وناقدانہ جائزہ لے کر اس کی قدر وقیمت کا تعین کرے اور نعت گو شعراء کو وہ منصب دلائے جو حالات کی ستم ظریفی نے ان سے چھین رکھا ہے۔"

اس کے جواب میں اگر میں یہ کہنے کی جسارت کروں کہ یہ اقلیم نعت کا مرد غیب "نعت رنگ" کے مدیر کی صورت میں ظاہر ہوا ہے تو غلط نہ ہوگا۔

بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں اس جہت میں بڑے قابل قدر کام ہوئے۔ جامعاتی سطح پر بھی اور انفرادی حیثیت میں بھی۔ یہاں برسبیل تذکرہ چند باتیں اشارتاً کرتا ہوں۔ مرد تحقیق کے لئے میدان بڑا وسیع ہے۔ یادش بخیر اس صدی کی تیسری / چوتھی دہائی کی بات ہے۔ جامعہ عثمانیہ میں ایم۔اے کی سطح پر بھی تحقیقی مقالے لکھے جاتے تھے۔ غلام دستگیر رشید (نواب بہادر یار جنگ کے درس اقبال میں دست

راست، پروفیسر نظام کالج حیدر آباد، دکن / بعد میں پی ایچ۔ ڈی بھی مکمل کرلی تھی۔) نے "نعتیہ شاعری ___ فارسی اور اُردو میں" کے موضوع پر تحقیقی کام کیا تھا۔ یہ مقالہ بعد میں زیور طبع سے آراستہ ہو گیا تھا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کو زیادہ علم ہوگا چونکہ اپنے پی ایچ۔ ڈی کے مقالہ کے سلسلہ میں وہ اکثر ڈاکٹر غلام دستگیر رشید سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔

اس کے بعد پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر اور عام طور پر نعتیہ شاعری پر جو کام ہوا اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) اردو میں نعتیہ شاعری ___ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۶ء
(۲) عصر حاضر کے نعت گو ___ گوہر ملسیانی، مطبوعہ صادق آباد، ۱۹۸۳ء
(۳) اُردو نعت، تاریخ وارتقاء ___ سید افضال حسین نقوی فتح پوری، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء
(۴) اُردو میں نعت گوئی ___ ڈاکٹر ریاض مجید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۰ء
(۵) اُردو شاعری میں نعت ___ ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری، مطبوعہ لکھنو، ۱۹۹۲ء
(۶) پاکستان کے نعت گو شعراء ___ سید محمد قاسم مطبوعہ، کراچی ۱۹۹۶ء
(۷) نعت کائنات ___ راجا رشید محمود
(۸) برصغیر پاک وہند میں عربی نعتیہ شاعری ___ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
(۹) تذکرہ نعت گویاں اُردو ___ پروفیسر سید یونس شاہ
(۱۰) ڈاکٹر فرمان فتح پوری ___ اُردو کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، کراچی ۱۹۹۸ء
(۱۱) ڈاکٹر ابو سلیمان شاہجہاں پوری ___ تذکرہ نعت گو شاعرات، مطبوعہ کراچی
(۱۲) جناب سید حسین علی ادیب رائے پوری ___ مدارج النعت، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء
ایضاً ___ مشکوٰۃ النعت، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء
(۱۳) جناب نور احمد میرٹھی ___ بہر زماں بہر زباں ﷺ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء
(غیر مسلم نعت گو شعراء کا عالمی تذکرہ)
(۱۴) اُردو نعت اور جدید اسالیب ___ عزیز احسن، مطبوعہ کراچی

منظم طور پر اس جہت میں وقیع کام دو شخصیتوں کی انتھک محنت اور جد وجہد سے عبارت ہے۔ پہلا نام محترم راجا رشید محمود کا ہے جن کا ماہنامہ "نعت" لاہور، نعتیہ ادب کے فروغ میں ۱۹۸۸ء سے کوشاں ہے۔ ہر مہینہ پابندی سے شائع ہوتا ہے۔ اس میں قدیم وجدید نعت گو شاعر وشاعرات کا تحقیقی مواد بھی ہوتا ہے اور ان کے نایاب مجموعہ نعت کا انتخاب بھی۔ راجا رشید صاحب نے حسب ذیل ضخیم خصوصی

نمبر بھی شائع کیے ہیں جو ان کی محنت، اخلاص۔۔۔۔۔۔ اور جذبہ عشق رسول کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ چار چار سو صفحات سے زائد سال میں تین خصوصی اشاعتیں بھی نکالتے ہیں۔

(۱) خواتین کی نعت گوئی	مطبوعہ جولائی ۱۹۹۵ء	۴۴۸ صفحات
غیر مسلموں کی نعت گوئی	مطبوعہ نومبر ۱۹۹۵ء	۴۲۲ صفحات
نعت نمبر حصہ اول	مطبوعہ مارچ ۱۹۹۶ء	۴۱۶ صفحات

(ردیف وار، غالباً اس کے اور حصے بھی شائع ہوئے ہیں۔)

"نعت کائنات" ۱۰۲۷ نعتیہ منظومات کا اصناف سخن کے اعتبار سے ضخیم نعتیہ انتخاب ۸۱۶ بڑے سائز کے صفحات پر مشتمل جناب راجا رشید محمود نے ترتیب دیا ہے جسے جنگ پبلشرز، لاہور نے ۱۹۹۳ء میں بڑے اہتمام سے شائع کیا۔

دوسرا اہم جناب صبیح رحمانی کا ہے جو "نعت رنگ" کے مدیر ہیں۔ ان کے کام میں ندرت یہ ہے کہ یہ نعتیہ ادب کا ایک یادگار کتابی سلسلہ ہے جو اپریل ۱۹۹۵ء سے شروع ہوا اور اب تک اس کے آٹھ شمارے آب و تاب، صوری و معنوی حسن کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہو چلے ہیں جس میں ایک "حمد نمبر" بھی ہے۔ اس کے بعض شماروں کی ضخامت ۴۴۸ صفحات پر محیط ہے جو خود ایک کتاب ہے۔

سرورق کی دیدہ زیبی جو کبھی جناب محمد رضی دہلوی مرحوم اور جناب رشید صدیقی مرحوم کے موقلم کے شاہکار تھے۔ اب طارق رحمٰن فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی کی فنکارانہ خدمات سے آراستہ ہیں۔

ایک مدت سے کسی ایسے جریدے رسالے کی شدت سے کمی محسوس کی جا رہی تھی جو نعت گو شعرا کے لئے آئینہ نقد و نظر ثابت ہو۔ اس ضرورت کو صبیح رحمانی نے پورا کیا اس کا ہر شمارہ ایک اہم دستاویز ہے۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے اگر میں کہوں کہ یہ سعادت جناب صبیح رحمانی کے لئے مقدر ہو چکی تھی جس بے سر و سامانی میں انہوں نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اس سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ ایک کے بعد دوسرا "نعت رنگ" کا کتابی شمارہ "نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول" کے مصداق نکل رہا ہے۔ صنف نعت کے جاننے کے لئے بہترین محققوں اور نقادوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی ہے۔ اب تو پاک و ہند کے اہل قلم اقلیم نعت میں اپنی جگہ بنا رہے ہیں۔ اکثر مضامین بلند پایہ تنقیدی اور تحقیقی مواد کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کا معیار اتنا بلند ہوتا ہے کہ کتابی شکل میں بھی شائع ہو سکتے ہیں۔ جناب عزیز احسن نے نعت رنگ میں شائع شدہ مقالوں پر مبنی کتاب "اردو نعت اور جدید اسالیب" شائع کی ہے۔ مستقبل میں یہ سلسلہ مزید وسیع ہوگا۔

"نعت رنگ" کا سلسلہ ایک ایسا تاریخ ساز اور عہد آفریں کارنامہ ہے جس کی جتنی تحسین کی جائے کم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مستقبل کا کوئی صنف نعت کا مورخ اس سرمایۂ تحقیق و تنقید سے نظریں نہیں چرا سکے گا۔ "قرطاس و قلم کی اقلیم میں "نعت رنگ" کے شمارے اپنی منفرد حیثیت میں منارۂ نور بن کر ہم عصر اور آنے والی نسلوں کے نعت گو شعراء کی تربیت کرتے رہیں گے۔ "سراج منیر" صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت بداماں صد ہزار رنگ کرنوں میں "نعت رنگ" بھی رہنمائی کی ایک کرن ہے۔

میری دعا ہے کہ عقیدتوں کی بساط کا یہ رقص اور بھی طویل ہو، طویل ہو، طویل ہو۔ آپ سب کے ساتھ میں بھی صبیح رحمانی کی تمنائے دلی پر آمین کہنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ ان کی چشم تمنا نے عالم برزخ کا جو منظر دیکھا ہے خدا کرے کہ وہ ان کے لئے مجسم حقیقت بن جائے۔

فرشتوں نے مری لوح عمل پر روشنی رکھ دی
"ثنا خوان محمد ﷺ" لکھ دیا اول سے آخر تک

اردو حمد نگاری کے افق پر ایک وقیع تالیف کا طلوع

خواتین کی حمدیہ شاعری

مرتبہ: غوث میاں

شائع ہوگئی ہے

رابطہ: حضرت حسانؓ حمد و نعت بک بینک، ۳/۱۴۸۴، شاہ فیصل کالونی، کراچی ۷۵۲۳۰ پاکستان

احمد ہمدانی

ایک قابل رشک نعت گو

اردو نعت گوئی ہماری دینی و تہذیبی روایت کا حصہ ہے۔ ایک عرصہ دراز تک اردو کے تمام شعراء اپنے دواوین کا آغاز حمد اور نعت ہی سے کرتے تھے لیکن ہمارے عہد میں ایک مختصر سا وقفہ ایسا آیا تھا جب یہ سلسلہ کچھ منقطع ہو گیا تھا لیکن مقام شکر ہے کہ اب ہماری یہ تہذیبی اور دینی روایات دوبارہ پوری رعنائیوں اور توانائیوں کے ساتھ ابھر کر سامنے آرہی ہے۔ اب ہمارے تمام وقیع رسائل و جرائد اور شعراء کے دواوین حمد و نعت ہی سے شروع ہوتے ہیں۔ عام دواوین کے علاوہ خالص نعتیہ کلام پر مشتمل مجموعے بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں چھپ رہے ہیں نعتیہ کلام کے مجموعہ صرف سرکار دو عالمؐ سے عقیدت و محبت کے اظہار تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ ان میں شعری حسن و لطافت اور فنکارانہ کمال کے نہایت دل آویز نمونے بھی کثرت سے نظر آتے ہیں۔ صبیح رحمانی بھی ان قابل رشک نعت گو شعراء میں شامل ہیں جو ہماری نعتیہ شاعری میں گراں قدر اضافے کر رہے ہیں ابھی ان کی عمر ۳۰ سال بھی نہیں ہوئی ہے لیکن ان کے نعتیہ کلام کے دو مجموعے "ماہ طیبہ" اور "جادہ رحمت" شائع ہو چکے ہیں ان کا دوسرا مجموعہ جادہ رحمت ہمارے سامنے ہے۔ اس کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ نعت گوئی صبیح رحمانی کا مشغلہ نہیں بلکہ مسئلہ ہے۔ نعت گوئی ان کے لئے بالکل ایسی ہے جیسے "سانس لینا"۔

صبیح رحمانی نے نعت لکھنے کے لئے صرف غزل کی ہیئت پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ پابند و آزاد نظموں کے علاوہ "ہائیکو" میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔ "ہائیکو" میں نعتیں لکھنا ان کی اختراع ہے کیونکہ یہ ایک ایسی جاپانی صنف سخن ہے جس میں فطرت کی تصویر کشی ہوتی ہے اور یہ تصویر صرف تین مصرعوں میں مکمل کی جاتی ہے۔ جن تین مصرعوں میں سے پہلا اور تیسرا مصرعہ نسبتاً چھوٹے ہوتے ہیں جبکہ دوسرا مصرعہ قدرے طویل ہوتا ہے۔ صبیح رحمانی نے تین چھوٹے بڑے مصرعوں کی قید کو برقرار رکھتے ہوئے بھرپور نعتیں لکھی ہیں جو یقیناً ایک مشکل کام ہے۔

صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نعت گوئی کی صلاحیت انہیں مبداء فیاض سے ملی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے عشق رسول کی سرشاری ان کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ سرکار دو عالمؐ سے گہری وابستگی ان کی شخصیت کی پہچان ہے۔ ان کے نعتیہ کلام میں مصرعوں میں چستی آہنگ اور اثر آفرینی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس کم عمری میں

انہیں یہ فنی کمال کیسے حاصل ہو گیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

کوئی مثل مصطفیٰ کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

کسی وہم نے صدا دی کوئی آپ کا مماثل
تو یقیں پکار اٹھا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

مرے دامن طلب کو ہے انہی کے در سے نسبت
کسی اور سے یہ رشتہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

سر حشر ان کی رحمت کا صبیح میں ہوں طالب
مجھے کچھ عمل کا دعویٰ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

اتاری روح کی بستی میں جلوؤں کی دھنک اس نے
شکست شب پہ ہو جیسے سحر آہستہ آہستہ

جگائے علم کے سورج سکھائی لفظ کی حرمت
کئے وا آگہی کے سارے در آہستہ آہستہ

صبیح ان کی ثناء اور تو کہ جیسے برف کی کشتی
کرے سورج کی جانب طے سفر آہستہ آہستہ

آخری شعر میں برف کی کشتی کا سورج کی طرف سفر استعاراتی حسن کے ساتھ گہری معنویت سے آراستہ ہے۔ برف کی کشتی کا سورج کی طرف سفر جیسے تازہ تر استعارہ کی مدد سے اپنے احساس کو دوسروں تک پہونچانا بہت کامیاب کوشش ہے۔ آپ دیکھیں کہ جب برف پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو برف میں چمک پیدا ہو جاتی ہے یہاں صبیح رحمانی نے اپنے جذبہ نعت گوئی کو برف کی کشتی سے تشبیہ دی ہے اور سورج سے مراد سرکار دو عالمؐ کی ذات پر انوار ہے۔

یعنی ان کے جذبۂ نعت گوئی کو سرکارِ دوعالم کی توجہ سے جلا ملتی ہے۔ اس استعاراتی خوبی کے علاوہ شعر میں موجود گہری معنویت بھی دیکھئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ برف سورج کی گرمی سے پگھل کر پانی ہوجاتا ہے۔ اس شعر میں ایک اشارہ شاعر کے احساسِ ندامت کی طرف بھی ہے کہ جب حضور ﷺ کا سامنا ہوگا تو اپنے اعمال پر نظر کر کے شرم سے پانی پانی ہوجائے گا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

قلم خوشبو کا ہو اور اس سے دل پر روشنی لکھوں
مجھے توفیق دے یارب کہ میں نعتِ نبی لکھوں

آج کل علامت نگاری کا رواج بہت عام ہوگیا ہے لیکن بہت سے جدیدیت پرست شاعر اس طرح کی خالص ذاتی علامتیں استعمال کرتے ہیں جن کا مفہوم سمجھنا ناممکن ہوتا ہے ان کی علامتوں میں عدم تفہیم کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ حضرات علامتوں کے استعمال میں کوئی ایسا قرینہ یا اشارہ نہیں رکھتے جس سے ذہن اصل مفہوم کی طرف جاسکے لیکن صبیح رحمانی جو علامتیں استعمال کرتے ہیں ان میں مفہوم کی طرف اشارہ بھی موجود ہوتا ہے اور مصرعوں میں وہ قرینہ بھی ہوتا ہے جس سے ذہن مفہوم کی طرف جاسکے۔ مثلاً مندرجہ بالا شعر میں ''قلم خوشبو'' اور ''روشنی'' دو علامتیں استعمال ہوئی ہیں ان دونوں علامتوں کا مفہوم دوسرے مصرعہ سے بالکل واضح ہوجاتا ہے۔ یہاں خوشبو کے قلم سے مراد حبِ رسول ﷺ ہے اور روشنی سے مراد ذاتِ رسالت ﷺ ہے یہ دونوں علامتیں دوسرا مصرعہ پڑھتے ہی واضح ہوجاتی ہیں جہاں اللہ تعالیٰ سے دعا کی گئی ہے کہ وہ نعت نبی ﷺ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ظاہر ہے کہ نعت کا محرک حبِ رسول ﷺ ہے یکسر روشنی خود ذاتِ رسالت ﷺ ہے اس طرح کی علامت نگاری ابلاغ کو بھی ممکن بناتی ہے اور علامت کے حسن کی وجہ سے شعریت میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔ علامتوں کے سلسلے میں چند شعر اور ملاحظہ ہوں۔

اتارے جسم و جاں پر سارے موسم شادمانی کے
بدل دی شہرِ ہستی کی فضا اول سے آخر تک
بہار نعت سے باغِ سخن لہکا صبیح ایسا
تر و تازہ رہی فصلِ نوا اول سے آخر تک

....

لکھے سب پھول جیسے لفظ سوچے چاند سے مضموں
صبیح نعت گو کو نعت کا لہجہ نیا دے دو

....

نظر آتے ہیں پھول سب کے سب
حرفِ نعتِ رسولؐ سب کے سب

....

خواب روشن ہوگئے مہکا بصیرت کا گلاب
جب کھلا شاخِ نظر پر ان کی رویت کا گلاب

مندرجہ بالا اشعار میں ''موسم شادمانی کے'' ''فصلِ نوا''۔ ''پھول جیسے لفظ'' ''چاند سے مضموں'' ''بصیرت کا گلاب'' ''شاخِ نظر'' جیسی علامتیں اس طرح استعمال کی گئی ہیں کہ ان میں اصل مفہوم تک پہنچنے کے تمام قرائن موجود ہیں۔ غزل کی ہیئت کے علاوہ صبیح رحمانی نے نعتیہ نظمیں بھی اس سلیقہ سے لکھی ہیں کہ ان میں اسلوب کی تازگی اور جذبہ کی صداقت نے مل کر کیف و انبساط کے ساتھ روح کی سرشاری کا پورا پورا سامان فراہم کردیا ہے۔ مثلاً ان کی نظمیں جن کے عنوانات ہیں ''دعا کا آسمان'' ''دھوپ میں تلاشِ سائباں'' ''خوابوں کی دہلیز'' ''گمشدہ سفر'' وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جن میں جدید تر اسلوب اور عصری حسیت کے ساتھ سرکارِ دوعالم ﷺ کی مدحت کی گئی ہے اور یہ مدحت اس سچائی کے ساتھ کی گئی ہے کہ ایک ایک لفظ دل میں اتر جاتا ہے۔

صبیح رحمانی نے خود کو نعت کے لئے وقف کردیا ہے جو بلاشبہ بہت بڑی سعادت ہے ان کا نعتیہ کلام پڑھ کر یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ لکھتے ہیں وہ ان کی مشقِ سخن کا نہیں بلکہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی عنایت کا نتیجہ ہے۔

خواتین شاعرات کی عقیدتوں کا اشاریہ

خواتین کی نعتیہ شاعری

مرتبہ: غوث میاں
شائع ہوگئی ہے

رابطہ: حضرت حسانؓ حمد و نعت بک بینک، ۳/۱۴۸۴، شاہ فیصل کالونی، کراچی ۷۵۲۳۰ پاکستان

بلقیس شاہین

نعت کا ڈیجیٹل پاور

لوگ سمجھتے ہیں کشفی خاندان بڑا مصروف رہتا ہے اور آج کل مصروف کے لیے ''سوشل'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ ایک دن ہمارے پڑوسی نے پوچھا آپ کے ہاں رات کے دو دو بجے تک مہمان آتے جاتے ہیں؟ ان کے لہجے کی پریشانی اور تجسس کی شدت نے مجھے شرمندگی میں مبتلا کر دیا، لیکن میری بے ساختہ ہنسی ان کو مزید حیرانی میں مبتلا کر گئی۔ لیکن بعد میں ان کے اس سوال نے مجھے کئی جہتوں میں سوچنے پر مجبور کر دیا۔ کیا ہمارے پڑوسی ہمارے مہمانوں کی آمد و رفت سے ڈسٹرب ہوتے ہیں؟ لوگ دوسروں کے متعلق گھڑی دیکھ کر یا سوچ کر بھی گھڑی دیکھتے رہتے ہیں؟ ایسے کون سے لوگ ہمارے ہاں آتے ہیں جو پڑوسیوں کو دیر سویر کا احساس دلا دیں؟ یوں ایک طویل فکری زنجیر ذہن میں آتی چلی گئی لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ اُٹھ کر وضو کیا، دو رکعت نماز شکرانے کے ادا کیے۔ الحمدللہ ہمارے رب نے ہم کو اچھے اچھے لوگوں سے ملایا حد یہ کہ رات کے دو بجے آنے والے بھی اپنے ساتھ ایسی خوشی لاتے ہیں کہ ہمیں یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہمارے پڑوسی گھڑی دیکھ رہے ہوں گے۔ اپنے اردگرد ان چمکتے روشن اچھے لوگوں کے چہرے میری نظروں اور ذہن میں گھومنے لگے جن کے نام ہی ہماری ذہنی اور روحانی توانائی ثابت ہوتے ہیں، جن کی آواز ہم لوگوں کو بیماری کے بستر سے اٹھا کر ایسے بیٹھا دیتی ہے جیسے ہم لوگ بیمار ہی نہ تھے اور خاص طور پر ڈاکٹر (ابوالخیر کشفی) صاحب کو آجکل جس توانائی ضرورت ہے وہ اللہ میاں اپنے ان ہی بندوں کے وجود سے عطا کرتے ہیں۔ اس نہج پر سوچتے ہوئے میرے ذہن میں چند نام اور چند چہرے اُبھرے آئے۔ یوں لگا فضا میں روشنی سی بکھر گئی۔ اسی لمحے دو شریر چمکتی ہوئی آنکھوں والا ایک چہرہ بھی یاد آ گیا۔ یہ چہرہ ''حضرت'' صبیح رحمانی کا تھا۔ اس ''حضرت'' پہ چونکیے گا نہیں یہ دراصل ''دوستی'' کا ایک گریڈ ہے جو مجھے اپنے شریر ذہین بچوں کی سنگت نے دے رکھا ہے!

صبیح رحمانی کے ''حضرت'' ہمارے گھر میں رہتے ہیں اور ہم صبیح کو ''صبیح کے حضرت'' کہتے

ہیں۔ ان سے ملاقات یاد آئی۔ گھر میں ''ثنائے مصطفیٰ'' کی محفل تھی۔ لوگ بھی سب خوشبوئے عشق محمد ﷺ سے معطر موجود تھے میں باورچی خانے میں چائے بنوا رہی تھی اور کمرے کے دروازے کے چکر بھی لگا رہی تھی جہاں سے ان لوگوں کی نعتوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سب تحت الفظ پڑھ رہے تھے یکایک فضا میں آواز گونجی

کوئی مثل مصطفیٰ کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رُتبہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

اور یوں ہوا کہ نہ صرف میں بلکہ باورچی اور گھر میں موجود ہر شخص بڑے کمرے کے دروازے پر آ کر چپک گیا، کیسی چائے، کیسے برتن، چولھا بجھانا بھی یاد نہ رہا---- ایک عالم سرخوشی تھا جس کی گرفت میں سب کے لبوں پر درود اور آنکھوں میں آنسو جن کے بہنے کا احساس اس وقت ہوا جب نعت ختم ہوگئی۔

نعت پڑھنے والے کا نام شاید پہلے بتایا گیا تھا جو ہم لوگ سن نہیں پائے تھے۔ لیکن جب نعت ختم ہوئی تو سب ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے یہ کون تھا؟؟؟

کوئی صبیح صاحب ہیں۔ ہماری چھوٹی بیٹی نے اپنی جانب میں بڑا تیر مارا۔ ارے وہ تو تخلص میں ہم نے بھی سن لیا بڑی نے کہا اور دوڑ کر اپنی ڈائری لینے چلی گئی۔ ابو کو بلاؤ یہ نعت ابھی لکھوانی ہے اسی وقت مسرور بھائی ان کے ساتھ دروازے پر آئے تو میں نے پوچھا ابھی یہ نعت کس نے پڑھی ہے۔ مسرور بھائی (مسرور کیفی) مسکرائے اور انہوں نے آواز دی بات کرتے کرتے میں چائے کی ٹرے لینے پلٹ چکی تھی وہ لے کر آئی اور دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب اور مسرور بھائی کے ساتھ ایک لڑکا کھڑا ہے۔ ہونٹوں پہ مسکراہٹ، چہرے پر معصومیت، سانولہ رنگ، چمکدار کرنیں نکلتی ذہین آنکھیں۔ میں سمجھی انہوں نے چائے دینے کے لیے کسی بچے کو بلا لیا ہے میں نے چائے کی ٹرے اس کی طرف بڑھائی ادھر مسرور بھائی کی آواز سنائی دی یہ ہیں ''صبیح رحمانی'' ابھی یہ ہی نعت پڑھ رہے تھے---- اتنے میں سلام کر کے وہ ٹرے لے کر مڑا اور میں نے بڑے زور سے کہا ''ارے نہیں یہ بچہ'' ---- اور وہ بچہ مسکراتا ہوا بڑوں کی محفل میں چلا گیا۔

اور آج میں ''اسی بچے'' کو ماشاء اللہ ''بڑوں'' کی محفل میں ''بڑا'' دیکھ رہی ہوں یہ اس کا کرم ہے وہ اپنے محبوب پہ درود و سلام بھیجنے والوں کو ''بڑائی'' کے درود سے بھی نوازتا ہے۔

اور پھر تو گزرتے وقت کے ساتھ سچ مچ اس کے قلم کی خوشبو دلوں پہ روشنی تحریر کرنے لگی----

اور اس کے اس ارتعاش قلب و نظر نے، جو مدحت نبیؐ نے اس کے اظہار میں بھر دیا تھا لوگوں کے دلوں کو گداز عشق نبیؐ سے آشنا کر دیا اور لوگ خوب سے خوب تر کی توقع کرنے لگے۔ الحمدللہ------ رب محمدؐ نے صبیح کو نوازا اور اس پہ علم کا سورج بھی طلوع ہوا لفظوں کی حرمت سے آگہی بھی ہوئی۔ مجھے معلوم

نہیں کہ صبیح کی شاعری کی ابتداء کیسے ہوئی؟ وہ کون سے عناصر تھے جنہوں نے اس کو اور اس کی شاعری کو اس سنہرے راستے پر ڈالا----؟

وہ راستہ جو صحیح معنوں میں بندگی کا راستہ ہے اس راستے پہ صبیح افتاں وخیزاں نہیں بلکہ خیر کثیر کے ساتھ گردن اٹھائے روشنیاں بکھیرتا خوشبوئیں بساتا بنجر زمینوں کو سبز کرتا سوکھے کو تر کرتا پھولوں کو رنگ دیتا حرف تتلیاں اڑاتا چل ہی نہیں رہا بلکہ اُڑ رہا ہے اس کی رفتار "پری کہانی والی" نیک دل پری کی سی ہے جو ہوا میں تیرتی اپنی جادو کی چھڑی کو جس رُخ پہ کر دیتی ہے گلستان کھلا دیتی ہے۔ ٹوٹے کھنڈروں کو محل بنا دیتی ہے۔ پرانے ملبوس کو لباس فاخرہ میں بدل دیتی ہے۔ جامد کو متحرک اور متحرک کو رواں اور رواں کو پراں کر کے زمین و آسمان کو نور، رنگ، صدا اور مسرت سے شرابور کر دیتی ہے۔ یہی کچھ صبیح بھی کر رہا ہے۔ وہ حرا کے سوچتے لمحوں کی زندہ ساعتیں بھی تحریر کر رہا ہے اور صفا کی گفتگو کے آبشار آگہی کو بھی گرفت میں لا کر انسانوں کے لوح ذہن سے زنگ مٹا رہا ہے۔

اصل میں صبیح لفظوں کا وہ سائنس داں ہے جس نے اپنی مشعل جاں کے لیے "نور محمدی" کا وہ "ڈیجیٹل پاور" حاصل کر لیا ہے کہ اسے اب تیرگی کا نہ صرف یہ کہ خوف نہیں بلکہ اسے "رضائے رب محمد ﷺ" کے ذریعہ وہ "پاور" بھی حاصل ہو گیا ہے کہ وہ دوسروں کے دلوں کے چراغوں کو بھی روشن کر رہا ہے۔

۱۱ر دسمبر ۲۰۰۰ء

مدینہ المنورہ

مشہور و معروف اور مقبول عام نعتیہ کلام کا دل کش انتخاب

انوار عقیدت

مرتبہ: شہزاد احمد

(ایڈیٹر ماہنامہ "حمد و نعت" کراچی)

شائع ہو گیا ہے

ناشر: انٹرنیشنل حمد و نعت فاؤنڈیشن (ٹرسٹ) کراچی

ملنے کا پتا: مکتبہ حمد و نعت، ۲۴ نوشین سینٹر، دوسری منزل، اردو بازار، کراچی، فون: ۲۶۳۹۱۳۲

جادہ رحمت.........آغاز سفر کا سنگ میل

زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ بہ حیثیت صنف سخن نعت کی اشاعت چند ایک مذہبی رسائل تک محدود تھی لیکن گزشتہ بیس پچیس برسوں میں اس صنف سخن کو جو فروغ حاصل ہوا ہے وہ اردو ادب کی تاریخ کے گزشتہ دو سو برسوں میں نظر نہیں آتا۔ اس قدر قلیل مدت میں ذرائع ابلاغ کی اس طرف خصوصی توجہ بیشتر ادبی رسائل کے مندرجات کا اس صنف سخن سے آغاز، نعتیہ مشاعروں کا انعقاد اور پھر بالخصوص نوجوان شعراء سے لے کر بزرگ ترین شعراء کے نعتیہ مجموعوں کی اشاعت نہ صرف اردو ادب کے لئے باعث افتخار ہے بلکہ شعرائے کرام، سامعین اور قارئین کے لئے بھی فیوض و برکات کا سبب بنی ہے۔

نعت گوئی کے فروغ اور مقبولیت کے سلسلے میں جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں، مشاعروں کا بھی حصہ رہا ہے۔ اس ضمن میں اگر اقبال صفی پوری صاحب کی مساعی سے ہونے والے سالانہ نعتیہ مشاعروں (۶۹ تا ۷۷ء) کا ذکر کر دیا جائے تو بے محل نہ ہوگا۔ ان عظیم الشان مشاعروں میں پاکستان کے تقریباً بھی نامور اور ممتاز شعراء نے شرکت کی اور یہ مشاعرے پاکستان گیر شہرت کے حامل ہوئے۔ ان مشاعروں میں شرکت کرنے والے بعض شعراء نے پہلی بار نعت کہی۔ اور مشاعرے میں پڑھ کر مقبولیت کی سند حاصل کی ان میں سراج الدین ظفر، قتیل شفائی، سرور بارہ بنکوی، احمد فراز، مظفر وارثی، حمایت علی شاعر، صہبا اختر اور دیگر شعراء شامل ہیں۔ راقم الحروف نے اسی سلسلے کے ایک مشاعرے میں اپنی نعت کے مقطع میں اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا تھا۔

اک سنگ راہ دہر بھی مسند نشیں ہوا
محسن کو ان کے نام سے توقیر مل گئی

بعد ازاں شیخ محمد الٰہی نے نعتیہ مشاعروں کا سلسلہ شروع کیا جو آج تک جاری ہے۔

ان مشاعروں کے بعد ہمارے شہر کراچی میں ہی کیا ملک کے طول و عرض میں مقامی طور پر اور کل پاکستان سطح کے مشاعروں کا سلسلہ چل نکلا جو بحمد للہ اب بھی جاری ہے۔ چند برس ادھر کی بات ہے محترم

پیر فاروق رحمانی صاحب کے دولت کدے پر ایک نعتیہ مشاعرے میں نوجوان شاعر صبیح رحمانی سے جب ان کی نعت سنی تو حیرت میں رہ گیا۔ جذب و کیف کی سرشاری، کلام کی پختگی اور پھر خوش الحانی ان سب کے امتزاج نے مجھ پر ہی کیا اہل محفل پر بھی وجد کی سی کیفیت طاری کر دی تھی۔ جب صبیح میرے قریب آکر بیٹھے تو میں نے بڑے اشتیاق سے ان کے بارے میں چند جملوں میں معلومات حاصل کیں۔ یہ جان کر اور تعجب ہوا کہ وہ ایک نعتیہ مجموعے کے مصنف ہیں اور دوسرا مجموعہ عنقریب شائع ہونے والا ہے اور اب پچھلے مہینے جو وہ اپنا دوسرا نعتیہ مجموعہ "جادۂ رحمت" دینے آئے اور کچھ لکھنے کے لئے کہا تو میں نے بہ خوشی یہ ذمہ داری قبول کر لی۔

"جادۂ رحمت" میں نعتیں، نعتیہ نظمیں اور ہائیکو شامل ہیں۔ مجموعے کے آغاز میں اور اختتام پر اہل نقد و نظر اور سینئر شعراء کی بھی آراء دی گئی ہیں۔ "جادۂ رحمت" کے مطالعے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ مجموعہ نہ صرف اس نوجوان شاعر کی راہ زندگی کے لئے بہترین رخت سفر ہے بلکہ توشہ آخرت کے لئے بھی مختص ہے۔ صبیح رحمانی نے صنف سخن نعت کو نعت کی طرح ہی برتا ہے ہمارے اکثر شعراء بالعموم غزل کی لفظیات کو برت کر نعت کہتے ہیں۔ اور بے تکلفانہ تخاطب کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عقیدت یا دعا کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ امر لائق تحسین ہے کہ صبیح نے شروع سے ہی آداب و نیاز کے مدارج کو مدنظر رکھا ہے۔ اس کی نعت گوئی کی ایک اور صفت نعت کی مروجہ لفظیات سے ہٹ کر تراکیب کو وضع کرنا اور لفظوں کی خوابیدہ مقدرت کو اجاگر کرنا ہے۔ اس نے ہیئت کے مطابق بحروں کو برتا ہے اور زمینوں کے وضع کرنے میں ہنرمندی سے کام لیا ہے۔ اس طرح وہ نہ صرف اپنے جذبات اور احساسات کو واضح طور پر ادا کرنے پر قادر ہو سکا ہے۔ بلکہ وہ اپنا ایک الگ انداز ایک الگ سوچ کا دھارا متعین کرنے میں بھی کامیاب رہا ہے۔ چند شعر ملاحظہ کیجئے۔

کوئی مثل مصطفےٰ کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

....

میں نواح شب میں بھٹک گیا نئے سورجوں کی تلاش میں
کوئی روشنی کہ بدل سکے مرے شب کا حال مرے نبی

....

قافلے جب بھی مدینے کے نظر آئے صبیح
قلب مضطر کسمسایا، دیدۂ تر جاگ اٹھا

....

نظر آتے پھول سب کے سب
حرف نعت رسولؐ سب کے سب

....

ختم ہونے ہی کو ہے دربدری کا موسم
جلد دیکھوں گا میں شہر نبوی کا موسم

"جادۂ رحمت" میں چند حمدیہ اور نعتیہ ہائیکو بھی شامل ہیں۔ جو ہیئت کی پابندی کے ساتھ کہے گئے ہیں۔ ہائیکو میں سب سے پہلے سرشار صدیقی نے حمدیہ اور نعتیہ ہائیکو کہہ کر اس جاپانی سخن کو ایک نیا رخ عطا کیا تھا۔ ایک عرصے کے بعد صبیح رحمانی نے ہائیکو کے اس امکان کو روشن تر کر دیا ہے۔

اس کے دو نعتیہ ہائیکو ملاحظہ کیجئے۔

(۱)
صرف مدینے میں
اور کہاں پر اگتے ہیں
سورج سینے میں

(۲)
کھولے سب جوہر
آپ نے نوع انساں کو
فکر نو دے کر!

اردو میں نعتیہ نظموں یا نعتیہ قصیدوں کی تعداد بہت کم ہے اور قبول عام کی سند پانے والے اور حرز جاں بن جانے والی نظموں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے مثلاً:

۱۔ وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا (حالی)
۲۔ سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل (محسن کاکوروی)
۳۔ یا نبی ﷺ سلام علیک (اکبر وارثی)
۴۔ سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی (حفیظ جالندھری)
۵۔ سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی (ماہر القادری)
۶۔ تم پہ لاکھوں درود تم پر لاکھوں سلام (حنیف اسعدی)

۷۔ یا رحمت للعالمین ﷺ (مظفر وارثی)

نظم کی روایت کے اس تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے صبیح رحمانی نے نعتیہ نظمیں بھی کہیں ہیں اور آزاد نظمیں بھی اور وہ ہر دو ہیئت کی نظموں میں اپنے مخصوص انداز میں اظہار عقیدت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

کچھ اور چاہئے وسعت مرے بیاں کے لئے

کے مصداق ان کا یہ رجحان یقیناً خوش آئند ہے۔ کاغذی مکان، وحشی لمحوں کی معزولی، اور انتظار ایسی نعتیہ نظمیں ہیں جنھیں ہم اس صنف سخن میں اضافہ کہہ سکتے ہیں۔

"جادۂ رحمت" صبیح رحمانی کے آغاز سفر کا سنگ میل ہے۔ نشان منزل ہیں۔ ابھی وہ جوان ہیں اور پر عزم بھی شاعری بالخصوص نعتیہ شاعری کے دلدادگان کو ان سے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔

نعت شناس پروفیسر محمد اقبال جاوید کا ایک اور علمی کارنامہ

تیرا وجود الکتاب ﷺ

(اولیائے کرام اور اُن کا ذوق نعت)

☆ ۱۱۴۱ء سے ۱۹۴۷ء تک کے اولیائے کرام کے نعتیہ انوار، سوانحی اذکار سے ہم آہنگ

☆ حضرت احمد جام ژندہ پیلؒ، حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت معین الدین چشتیؒ، شیخ سعدی شیرازیؒ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ، مولانا جلال الدین رومیؒ، مولانا جامیؒ، حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت احمد رضا خانؒ بریلوی، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، حضرت بیدم وارثیؒ اور حضرت خواجہ احمد یار فریدی چشتیؒ

کی

نعتیہ تب و تاب، مبسوط تبصرے کے ساتھ

ملنے کا پتا: فروغ ادب اکادمی، ۸۸۔بی، سٹیلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

پروفیسر محمد اقبال جاوید

نعت رنگ صبیح رحمانی کی ادارتی سلیقے کا آئینہ دار

راقم الحروف نے ۱۹۷۶ء میں ایک نعتیہ انتخاب "مخزن نعت" کے نام سے ترتیب دیا تھا جو ۱۹۷۹ء میں چھپا اس انتخاب سے قبل تین نعتیہ انتخاب (ارمغان نعت۔ شفیق بریلوی۔ اردو کی نعتیہ شاعری۔ فرمان فتحپوری۔ خیر البشر ﷺ کے حضور میں۔ ممتاز حسن) منظر عام پر آچکے تھے۔ میری کوشش یہ تھی کہ ان سے الگ نعتیں منتخب کروں تب نئی اور معیاری نعتوں کے حصول کے لیے مجھے سعی بلیغ کرنا پڑی تھی۔ کیونکہ اس وقت ادبی رسائل نعت کے نام سے بھی کتراتے تھے اور نعتیں محض دینی رسالوں یا اخبارات کے عید میلاد نمبروں میں شائع ہوتی تھی جن کی اکثریت بھی محض رسمی، روایتی اور غیر ادبی ہوا کرتی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ مولانا ظفر علی خانؒ کے بعد شاید معقول نعت نگاری کا خاتمہ ہو گیا ہے کیونکہ دور تک خلا ہی خلا آتا تھا تب نعت کو بطور صنف سخن بھی کوئی حیثیت حاصل نہ تھی چنانچہ 'مخزن نعت' کے دیباچے میں احقر نے بڑی دردمندی کے ساتھ لکھا تھا۔

"میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ نعت کو بطور صنف سخن ادب میں خاص مقام ملنا چاہیے شبلی نے شعر العجم میں فارسی شعر و سخن کی تاریخ و تفصیل بیان کی ہے۔ مگر فن نعت کا انھوں نے بھی جائزہ نہیں لیا جبکہ نعت گوئی کے سلسلے میں فارسی شاعروں کی کاوشیں ایک مستقل ادبی مقام رکھتی ہیں حال ہی میں پنجاب یونیورسٹی لاہور نے "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" سولہ ضخیم جلدوں میں مرتب کی ہے یہ ایک قابل قدر ادبی کارنامہ ہے مگر تعجب کی بات ہے کہ اصناف ادب میں نعت حیثیت صنف سخن یہاں بھی نظر انداز ہو گئی ہے نقادوں کے مختلف ادبی جائزوں میں بھی نعت گو حضرات کو در خور اعتنا نہیں سمجھا جاتا جبکہ ~

شاعری کیا ہے؟ دلی جذبات کا اظہار ہے
دل اگر بیکار ہے تو شاعری بیکار ہے

تو کیا نعت 'ساز دل کا رنگین' موثر اور پاکیزہ نغمہ نہیں ہے؟"

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ چند سال بعد ہی حالات یوں پلٹے اور سوچ نے کچھ یوں کروٹ لی کہ ہر دل نعت کہنے کے لئے تڑپنے اور ترنم نعت نگاری کے لئے ترسنے لگا اور آنکھوں میں نعت نگاری کی اس طور بارش ہونے لگی کہ اب تک منظر عام پر آنے والے نعتیہ دیوانوں 'منتخب مجموعوں اور رسائل کے خصوصی نمبروں کے اجمالی تذکرے کے لئے دفتر مطلوب ہیں اور وہ رسائل جو نعت کو شریک اشاعت کرنا "ادبی کفر" سمجھتے تھے اب خود نعتوں کے طلبگار نظر آئے اور نعتیں ان کے رسالوں کی ادبی حیثیت کا وقار اور اعتبار بن گئیں اور بطور صنف سخن نعت کو نہ صرف تسلیم کیا گیا بلکہ اس میں قابل قدر تحقیقی کاموں کا آغاز بھی ہوا اور اب یہ سلسلہ ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے پھلتا پھولتا اور پھیلتا ہی جارہا ہے اور یوں محسوس ہو رہا ہے کہ عہد حاضر کو اپنی شناخت کا سب سے بڑا حوالہ اور اپنے تعلق کا سب سے بڑا تقدس مل گیا ہے اور وہ خود اسی ایک تذکرے سے بالا بلند ہونا چاہتا ہے۔ جہاں تک ممدوح عظیم و جلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رفعت و عظمت کا تعلق ہے اس میں ہم کسی نوع بھی کوئی اضافہ نہیں کر سکتے کہ وہ شان ازل انوار بھی ہے اور ابد آثار بھی ہے حق یہ ہے کہ بیان کو حسن کے سبھی پیرائے بھی مل جائیں پھر بھی اس کائنات حسن کی توصیف و مدحت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

حضورؐ عجز بیاں کو بیاں سمجھ لیجے
یہی ہے کاسئہ فن آستاں پہ کیا لاؤں

اسی شناخت اسی حوالے اور اسی تعلق کا فیض ہے کہ ماضی قریب میں نعتیہ صحافت کا بھی آغاز ہوا۔ اور بعض رسالے خاص طور پر نعت ہی کے فروغ وارتقا کے لئے جاری ہوئے یہاں تک کہ بعض نامور غزل گو شعراء نے نعت نگاری ہی کو مقصود زندگی بنالیا جن میں جناب حفیظؔ تائب اور جناب حافظ لدھیانوی قابل ذکر ہیں۔ محترم حافظ صاحب ہی کا شعر ہے۔

نعت محبوبؐ خدا ہے مرے فن کی معراج
چھوڑ کر وادیٔ گل کون بیاباں میں رہے

نعتیہ صحافت میں جناب راجا رشید محمود کا ماہنامہ نعت "لاہور" اور جناب صبیح رحمانی کا "نعت رنگ" کراچی قابل ذکر ہیں کہ انہوں نے ان جریدوں کو نعت ہی کے لئے وقف کر رکھا ہے یہ دونوں

رسالے ایک ہموار تسلسل اور اپنے خاص انداز کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں۔ اس نوعیت کے رسالوں کا حلقہ خریداری بہر نوع محدود ہوتا ہے ایسے میں ایک خوبصورت معیار اور طباعتی بانکپن کے ساتھ رسالے کا جاری رہنا مرتبین کے فکری خلوص 'قلبی عقیدت اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی تائید کا مظہر ہے اگر نیت میں سچائی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انسانی کمزوری کو قوت سے نوازتے ہیں۔ رحمت 'فکر' اور قلم کو ایک دل آویز مستقبل کا تصور عطا کرتی ہے نتیجہ معلوم کہ خاک 'افلاک تک جا پہنچتی ہے اور خمیدہ سر 'سر فراز ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کو اپنی طرف مائل کرنے بہترین طریقہ اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ پر درود و سلام کی کثرت ہے نعت نگاری درود و سلام ہی کی ایک شاعرانہ شکل ہے۔

جہاں تک نعت رنگ کا تعلق ہے اس کے فاضل مدیر نے سب سے پہلے نعت گوئی کی موجودہ روش کو تنقیدی اور تعمیری انداز سے جانچنے کی قابل قدر سعی کی ہے۔ نعت رنگ کے اولین اداریے میں وہ لکھتے ہیں۔

"فروغ نعت کے اس عہد زریں میں یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں لیکن نعت نگاری کی طرف رجوع عام کے اس اہم دور میں نعت کو رطب ویابس اور شعراء کے غیر محتاط رویوں سے محفوظ رکھنے کی پہلی سنجیدہ اور باقاعدہ کوشش ضرور ہے"۔

چونکہ ہر "با تخلص" نے نعت گوئی کو اپنا شعار بنالیا تھا اور شاعروں کی اکثریت محض اس لیے نعت کہنے والوں کی دوڑ میں شامل ہونے پر مصر تھی کہ دور نعت کا ہے اور اب اسی صنف سخن کو اپنا کر خود کو نمایاں کیا جاسکتا ہے ایسے موقع پرستوں کا احتساب ضروری تھا کیونکہ نعت گوئی ایک مشکل ترین صنف سخن ہے اسے اہل دل اور اہل نظر نے تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف قرار دے رکھا ہے تشویشناک امر یہ تھا کہ ہر ایک نے بے جھجک اور بے دھڑک تلوار کی اس دھار پر چلنا شروع کر دیا تھا اور ڈر تھا کہ کہیں نعت گوئی کے تقاضے اور اس کی نزاکت مجروح ہو کر ناراضی رسول ﷺ کا باعث نہ بن جائے اور یہ بھی خدشہ تھا کہ نعت کہیں غزل ہی کی صدائے بازگشت ہو کر نہ رہ جائے اور وقت کو تطہیر فکر و فن کے لیے کسی حالیؔ کا انتظار کرنا پڑے کہ نعت گوئی شاعر کے ذوق اور ظرف دونوں کی ایک عظیم ترین آزمائش ہے کہ۔

نعت ہے ان کی ثناخوانی کی جرأت کا نشاں
مدح خواں جن کا ہے قرآن میں رب مختار

جناب صبیح رحمانی نے نعت رنگ کے ذریعے نعت گوئی کی اس بے باکانہ روش کو عزم و احتیاط کے تقاضوں کا احساس دلانے کی مقدور بھر مگر قابل ستائش کوشش کی ہے کہتے ہیں کہ غزل باوضو ہو جائے تو

نعت بن جاتی ہے مگر غزل کو باوضو وہی بنا سکتا ہے جو خود باوضو ہو جسے قرآن وحدیث سے کماحقہ شناسائی ہو جو حمد ونعت کی متعین حدوں سے آشنا ہو جسے توحید ورسالت کی حقیقتوں کا علم ہو جو احدیت اور احمدیت میں توازن قائم رکھ سکتا ہو جو عقیدے کو عقیدت کی مبالغہ آفرینیوں سے بچانا جانتا ہو جو لفظوں کو پلکوں سے چن سکتا ہو اور آنسوؤں کی زبان سے لکھتا ہو جو سوز دل کو ساز رگ جاں بنانے پر قادر ہو اور جو مشاعروں میں دوسروں کو نعتیں سنانے ہی کا شوق نہ رکھتا ہو بلکہ کبھی تنہائی کے سکون آفرین لمحوں میں ممدوح عظیم وجلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ ناز میں عرض نیاز شوق کی آرزو بھی رکھتا ہو اور یقین کیجیے کہ اس آرزو کے بر آنے کے بعد نعت گو اپنے باریاب اشعار کو خود نہیں سنایا کرتا بلکہ انہیں سننے کے لئے خود اہل دل اس کے دروازے کا طواف کرتے ہیں۔

شان ان کی سوچیے اور سوچ میں کھو جایئے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جایئے

ایسے میں سکوت بجائے خود ایک نعت ہوا کرتا ہے پھر گنبد خضریٰ سے اجازت ملے اور روح القدس کی تائید میسر آئے تو شاعر شعر کہے ورنہ خاموشی ہی کو ایک عظیم نعت سمجھے۔

ڈوبا ہوا سکوت میں ہے جوش آرزو
اب تو یہی زباں مرے مدعا کی ہے

نعت رنگ کا ہر شمارہ ایک مستقل کتاب ہے بنیادی مقصد دور حاضر کے معتبر نعتیہ رویوں کی تحسین اور مبہم رجحانات کو قرآن وسنت کی روشنی دکھانا ہے تاکہ نعت گوئی شعری مبالغے اور قلبی عقیدت کی رو میں اصل راہ سے بہک اور بھٹک نہ جائے۔ نعت رنگ کا اولین شمارہ ہی صوری اور معنوی اعتبار سے خاصا معتبر تھا۔ صبیح رحمانی نے نوعمری اور صحافتی ناتجربہ کاری کے باوجود اسے اپنے دل کی دھڑکنوں، روح کی لرزشوں اور نگاہوں کی تمناؤں کا آئینہ دار بنا دیا تھا۔ یہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں قلمی معاونین کے ساتھ ساتھ بہترین مشیر اور مخلص رفیق میسر آئے یوں نعت رنگ کا ہر نقش، نقش اول سے بہتر ہوتا چلا گیا نعت رنگ کے اب تک آٹھ شمارے چھپ چکے ہیں اور ان کا ایک سرسری جائزہ بتاتا ہے کہ اس کے ذریعے نعت کے موضوع پر کم وبیش ۱۵۴ تحقیقی تنقیدی اور تحسینی مقالات ۲۶۱ نعتیں محفوظ ہو چکی ہیں جبکہ یہ تمام تخلیقات غیر مطبوعہ اور طبع زاد ہیں حق یہ ہے کہ اس دینی اور ادبی سرمائے کی نہ اہل نظر 'نظر انداز کر سکتے ہیں نہ تماشائی' اور نہ وقت کا کوئی ناقدان سے صرف نظر کر کے آگے بڑھ سکتا ہے یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ دور حاضر کی نعت گوئی کا کوئی سا جائزہ بھی نعت رنگ کے ذکر اور اس کی مہیا کردہ فکر کے بغیر مکمل نہیں

ہو سکتا اور حال ہی میں چھپنے والا حمد نمبر غالباً سپاس وشکری کا ایک قلمی انکسار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بغیر زندگی کا ہر خاکہ بے رنگ ہے۔

یہ امر وجہ مسرت ہے کہ اس دوران میں صبیح رحمانی ایک لمحے کے لئے بھی "مدیرانہ رعونت" کا شکار نہیں ہوئے۔ وہ ہر لحظہ انکسار کے جلو میں رہے ان کی محبت اہل قلم کی پذیرائی کرتی رہی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل نے ان کے ارادوں کو توانائی بخشی اور انہیں قلم قلم گنبد خضریٰ کی تائید نصیب رہی۔ اب اللہ کے فضل اور حضور ﷺ کی نگاہ کرم سے نعت رنگ کا آہنگ، خود کو، اہل دل، اہل قلم اور اہل نظر تینوں سے منوا چکا ہے۔ اور وہ اس کے ہر شمارے کو نعتیہ ادب میں ایک خوبصورت اضافہ قرار دے چکے ہیں۔ محبی پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے اس کے ہر شمارے کو اپنے اپنے مقام پر ایک نعتیہ انسائیکلوپیڈیا کہا ہے۔ اتنے کم عرصے میں اس نوع کا ادبی خراج فی الواقع بڑے نصیب کی بات ہے۔ جناب عزیز احسن نے صبیح رحمانی کی مدیرانہ صلاحیتوں کے بارے میں ایک مقام پر لکھا ہے۔

"نعت رنگ کی اشاعتوں سے صبیح رحمانی کا ادارتی سلیقہ اور نعت کی مختلف فکری جہتوں سے اس کی دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔ نعت کو ادبی اسلوب دینے اور جدید شعری لہجوں سے ہم آہنگ کرنے کے سلسلے میں صبیح کی مساعی جمیلہ موضوع سے اس کے اخلاص کی آئینہ دار بھی ہے اور اس بات کی غماز بھی کہ وہ مدحت خیر البشر ﷺ کے مختلف زاویوں سے آگاہ بھی ہے اور اپنی شاعری کے ذریعے اس صنف سخن میں ایک دلکش اسلوب کا اضافہ کرنے پر قادر بھی"

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ نعت رنگ پاکستان ہی میں نہیں دیگر ممالک میں بھی مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ اور اس میں لکھنے والوں کا حلقہ بھی روز بروز وسیع تر اور وقیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور قارئین کی تعداد بھی فخر وناز کی حد تک معقول ہے چونکہ یہ مقبولیت اور یہ قبولیت اللہ تعالیٰ ہی کی دین ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ فخر وناز شکر وسپاس کے سانچے میں ڈھل کر مزید نعمتوں اور سعادتوں کا آرزو مند رہے۔

محنت اور کوشش انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ بے جہت محنت بے نتیجہ ہوا کرتی ہے۔ محنت کی سمت متعین ہو جائے تو حال ایک حسین مستقبل کی دلیل بن جایا کرتا ہے۔ منزل کا حسن شوق سفر کو پرواز عطا کیا کرتا ہے۔ اور اس حسن کے حصول کے لیے انسان صحراؤں میں باغبانی کی بنیاد رکھتا اور کانٹوں کو اپنے پاؤں کے آبلوں سے سیراب کرتا ہے۔ جناب واصف علی چیف کے الفاظ ہیں۔

"کیا یہ مناسب نہیں کہ انسان اپنی محنت کے مقاصد سے باخبر ہو اور اس میں اصلاح کرے اور

اپنی محنت کا قبلہ درست کرے۔ اس دنیا میں سب سے زیادہ مقبول محنت اس ہستی کی ہے جو سب سے زیادہ مقبول ہے۔ جس کی شان میں اپنے تو اپنے بیگانے بھی نعت کہتے رہے۔ ہر وہ محنت جو آپ ﷺ کے دامن سے وابستہ کرے مبارک ہے اور ہر وہ محنت جو آپ ﷺ کے قرب سے محروم کرے بولہبی ہے"۔

اور یہ بات قابل رشک ہے کہ قضا و قدر نے صبیح رحمانی کو وقت کا وہ مصرف عطا کیا ہے۔ جو ہر اعتبار سے قابل قدر ہے۔ اور ان کے روز و شب کا بیشتر حصہ حضور ﷺ کی مبارک یاد میں گزرتا ہے۔

انؐ کی دھن، انؐ کی لگن، انؐ کی تمنا، انؐ کی یاد
مختصر سا ہے، مگر کافی ہے سامان حیات

صبیح رحمانی، جس نے کبھی مالک دوجہاں سے یوں توفیق ثناء مانگی تھی۔

حوصلہ دے فکر کو اور بارش فیضان کر
ہے ثنا تیری بہت مشکل اسے آسان کر

جہالت کے اندھیروں کی فصیلیں جس سے گر جائیں
مرے ہاتھوں کو ایسا علم کا روشن دیا دے دو

ذکر اس نورؐ مجسم کا ہے کرنا مقصود
مالک لوح و قلم تو مرے لفظوں کو اجال

اور توفیق عطا ہونے کے بعد ان کا قلم عطا اور رحمت کا اعتراف یوں کر رہا ہے۔

جگائے علم کے سورج، سکھائی لفظ کی حرمت
کیے وا آگہی کے سارے در آہستہ آہستہ

ثنائے سرورؐ دیں کے لیے ہوں وقف صبیح
خوشا کہ جادہ رحمت پہ گامزن ہے قلم

فرشتوں نے مری لوح عمل ہر روشنی رکھدی
ثناخوان محمدؐ لکھ دیا اول سے آخر تک

قلم کی پیاس بجھتی ہی نہیں مدح محمدؐ میں
میں کن لفظوں میں اپنا اعتراف تشنگی لکھوں

آخر میں نعت رنگ اور صبیح رحمانی دونوں کے لیے میرے دل کی یہ آرزو ہے کہ مالک دوجہاں کی بے پایاں رحمتیں ان کے شریک حال رہیں۔ بہترین اسباب ان کے لیے وقف ہوں۔ ذہنی بلوغ کے نئے نئے گوشے، قلبی احساس کے نئے نئے زاویے اور فکری عظمت کے نئے نئے نقش اور روحانی وابستگی کے نئے نئے رنگ، ابھرتے، سنورتے اور نکھرتے رہیں۔

اور صبیح رحمانی کا "اعتراف تشنگی" اسی طور قائم رہے۔ ہر لحظہ نیا طور ہو، نئی برق تجلی اور شوق کے مرحلے کبھی طے نہ ہوں۔

نوش مشتاق کی کیا بات ہے، اللہ، اللہ
سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

معروف محقق، ماہر تعلیم اور دانش ور ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری کی زیر ادارت

ماہنامہ

تعمیر افکار

کراچی

(سیرت نمبر)

عنقریب نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے
سیرت نگاروں اور نعت نگاروں سے جلد از جلد اپنی غیر مطبوعہ نگارشات
ارسال کرنے کی درخواست ہے
نگارشات موصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰/اپریل ۲۰۰۱ء ہے۔

رابطے کا پتا
الف ۱/ ۳۳، بلاک الیف، نارتھ ناظم آباد، کراچی ۷۴۷۰۰
فون: ۶۶۷۶۹۲۶

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی (حیدر آباد)

"جادہ رحمت" پر ایک سرسری نظر

نعت گوئی ایمانی جذبہ، عقیدت، محبت اور خلوص سے عبارت ہے۔ اس میں بھی ایک اعتدال کی ضرورت ہے ورنہ انسان گمراہ بھی ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ کی شخصیت مسلمانوں کے لیے ہی نہیں غیر مسلموں کے لیے بھی ایک ایسی کھلی کتاب کی طرح ہے جسے جو جہاں سے چاہے پڑھ سکتا ہے۔ دنیا کی یہ کامل ترین شخصیت عام زندگی میں بھی، ہر حالت میں، ہر انداز میں، لین دین میں، سلوک میں، برتاؤ میں، مروت میں، قول و فعل میں یکتا ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں ان کی شخصیت کو ہر پہلو سے پرکھا گیا۔ ان لوگوں نے بھی پرکھا جو ایمان نہیں لائے تھے اور برملا اس بات کا اقرار کیا کہ ان کی ذات ایک ایسی مکمل شخصیت ہے جس کی مثال نہیں ملتی اور ان جیسا انسان تاریخ میں پیدا نہیں ہوا۔

نعت گوئی حضور پرنور ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہے ظاہر ہے اس میں عقیدت کا جذبہ بھی شامل ہے لیکن یہ عقیدت مافوق الفطرت نہیں یہ وہ بے ساختہ اظہار ہے جس پر انسانی جذبے کو اختیار نہیں۔ یہ انسان کی فطرت رہی ہے کہ وہ اچھی اور بری چیزوں کو پرکھ سکتا ہے۔ اپنے تجربوں اور مشاہدوں کی روشنی میں اصول مرتب کر سکتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بہترین عادات اور اخلاق کی گواہی ان کے ان دشمنوں نے بھی دی جو مذہب کی بنیاد پر ان سے سخت اختلاف ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کی جان کے بھی دشمن تھے۔

ایک ایسے شخص کے بارے میں جس کے کردار کے پہلو عیاں اور نمایاں تھے اس کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ایک فطری بات تھی اسی بنیاد پر نعت گوئی کا وجود عمل میں آیا۔ وہ انسان تھے، اللہ کے بندے تھے، اس کے رسول ﷺ تھے، انہوں نے اللہ کا پیغام لوگوں کو سنایا وہ قوم جو تباہی کے غار کے دہانے پر کھڑی تھی جب اس نے ان کا پیغام سنا تو اس پر ایمان لائی اس طرح ایک صالح معاشرہ وجود میں آیا اور برائی اس معاشرے سے ختم ہو گئی۔

نعت گوئی دراصل ایک والہانہ جذبے کے ساتھ تعریف ہے حضور ﷺ کے کردار، سیرت اور سراپے کی جس نے پوری قوم میں عقیدت کا جذبہ پیدا کیا۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ بھی شخصی تاریخ کا ایک

حصہ ہے یہی شخصی تاریخ قومی بن گئی۔ حقائق کی روشنی میں یہ تاریخ پوری دنیا کے لیے نجات کا ذریعہ بن گئی۔

نوجوان نعت گو صبیح رحمانی کی کتاب "جادہ رحمت" بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے اردو شاعری کی مختلف اصناف میں مختلف انداز سے حضور ﷺ کی خوبیوں کا برملا اظہار ہے۔ یہ اظہار، غزل، نظم، ہائیکو، واکا، دوہا، سانیٹ، معرا اور آزاد نظم میں ہے۔ ان نعتیہ اشعار میں اضطراب اور سکون کی عجیب آمیزش ہے۔ غزل کی مروجہ صورت کے ساتھ ساتھ دوسری ہیئتوں میں اس کے فنی تجربے کامیاب رہے ہیں۔ ان میں ذوق ایجاد اور جدت پسندی کا جذبہ بھی کارفرما ہے۔ انہوں نے آزاد نظم کی ہیئت کے باوجود سپاٹ پن سے گریز کرتے ہوئے وہ تمام ساز و سامان مہیا کیے ہیں جنہوں نے ان کی تخلیقات کو شعریت اور غنائی نظام سے مجلا کیا ہے اور اس طرح انہوں نے اپنی نعت کو عصر جدید کے اسالیب و رجحانات سے آراستہ کیا ہے اور ان کا منفرد لب ولہجہ اور بھی نکھر کر سامنے آیا ہے۔ ان کے ہاں تازگی اور شائستگی جھلکتی ہے ان کی شاعری کی ان خوبیوں نے انہیں شعراء میں ایک ممتاز مقام دیا ہے۔

صبیح رحمانی کے جذبہ عشق نے نئی زمینیں تراشی ہیں نئی منازل طے کی ہیں نئی معنویت کے ساتھ ان کی عقیدت کا سفر جاری و ساری نظر آتا ہے ان کے خیالات میں نشاط تخیل بھی ہے اور ذہن میں وہ وسعت بھی ہے جو ایمان کے بغیر ممکن نہیں۔ ان کے کنائے، علامات اور رموزان کی تخلیقات میں جاذبیت پیدا کرتے ہیں یہ عقیدتوں کے رنگا رنگ خیالات فن کی عظیم منزل ہیں۔

"جادہ رحمت" کی خوبیوں میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ صبیح رحمانی نے عقیدت اور جذبے کے ساتھ ساتھ تجربوں اور مشاہدوں کی بات بھی کی ہے جن لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان کے ساتھ رہے، برتا تجربوں اور مشاہدوں سے گزرے ان کی باتوں میں اگر زیادہ اثر ہے تو یہ ایک فطری بات ہے لیکن بعد کے لوگوں نے عملی تجربے کیے ہیں اور ایمان لائے ہیں، ان کے جذبوں میں جان ہے اور وہ اپنی بساط کی حد تک اس عظیم ترین شخصیت کے قول و فعل کو اپنے ذہن میں لاتے ہیں اور اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اگر عام انسانی اصولوں کی روشنی میں پرکھا جائے تو آج کے انسان کے لیے یہ عقیدت اور جذبہ اور بھی زیادہ اہم ہے۔ آج جب کہ سائنس نے بہت سی پرانی باتوں کو ایک دوسری روشنی میں پرکھا ہے اور مختلف قسم کے نتائج اخذ کیے ہیں لیکن جب قرآن کو اپنے اصولوں کے تحت پرکھتے ہیں تو انہیں جو دنیا نظر آتی ہے اس کا نمایاں اظہار ہمیں ایسے تجربوں پر مبنی سائنس کی کتابوں میں ملتا ہے اگر کوئی عارضی چیز ہوتی اور وقتی جذبہ ہوتا تو یہ سلسلہ کب کا معدوم ہو چکا ہوتا آج کا نعت گو اسی لیے اہم ہے کہ اپنے ایمان کی روشنی میں وہ تجربے اور مشاہدے کر رہا ہے وہ حقائق کی گواہی دے رہا ہے۔

صبیح رحمانی کی نعت گوئی میں دوسری بات جو میں نے محسوس کی وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اندازِ بیان کو بدلا ہے روایتی اندازِ بیان کو بدل کر انہوں نے اپنے جذبوں اور عقیدتوں کو ایک نئے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے نیا انداز اختیار کرنے کی وجہ سے ان کی شاعری میں ایک بانکپن پیدا ہوا ہے۔ شاعری کی فنی خوبیوں کے حوالے سے یہ ایک کامیاب تجربہ ہے۔ غور و فکر کا یہ انداز عام پڑھنے والوں کو چونکا دیتا ہے روایتی انداز نے نعت گوئی میں تو اضافے کیے تھے لیکن علم و ادب کی دنیا میں اس کا مقام مخصوص تھا صبیح رحمانی ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے ادبی حوالے سے اس بات کو محسوس کیا اب حمد اور نعت بھی ادب میں مختلف اصناف کے ذریعے ایک اہم مقام حاصل کر رہی ہیں۔ یہ بات اس بات کی علامت ہے کہ بات کہنے کا انداز اگر بدل جاتا ہے تو اس میں کشش بھی بڑھ جاتی ہے۔ ان کا انداز ملاحظہ ہو۔

کوئی مثلِ مصطفیٰ کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا
کسی اور کا یہ مرتبہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا
مرے طاقِ جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

یہ پوری تاریخ دہرا رہا ہے۔ گواہی دے رہا ہے۔ زمانہ ماضی، حال اور مستقبل کی۔ نعت گوئی جذبہ عقیدت ہی نہیں ادبی صنف بھی ہے۔ یہ ادبی صنف اپنی مستقل حیثیت بھی رکھتی ہے اس کے کنائے، علامات اور رموز پر تحقیقی نظر ڈال جاسکتی ہے اور ڈالی جانی چاہیے تاکہ کوئی بات اس طرح کی سامنے نہ آئے جو صرف عقیدت کی پیداوار ہو اور اس کا حقیقت سے تعلق نہ ہو ایسی صورت میں نعت گوئی کی ترقی میں جھول پڑ سکتا ہے۔ صبیح رحمانی کے ہاں اس ضمن میں خاصی احتیاط برتی گئی ہے ان کے ہاں نشاطِ تخیل ہے اور یقین کی دولت بھی۔ وہ اپنی بات بڑے وثوق، یقین، نئے انداز اور جواز کے ساتھ کرتے ہیں۔ چند حمدیہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

فصیل پر ہیں ہوا کی روشن چراغ جس کے
سیاہ راتوں میں جس نے روشن شجر کیے ہیں
وہ جس نے موجوں کو تیشہ اندازیاں سکھا کر
رقم چٹانوں پر رازہائے ہنر کیے ہیں
جس کے رحمت نے دشت کے دشت
سبزہ و گل سے بھر دیے ہیں

رفتہ رفتہ کھول مجھ پر رازہائے جسم و جاں
دھیرے دھیرے مجھ پر ظاہر تو میری پہچان کر
دعا بھی ہے
کفر آلود فضاء میں سانس لینا ہے محال
پھر سے اس گم کردہ رہ کو صاحبِ ایمان کر

....

تو ہے آئینہ ازل یارب
اور میں ہوں ابد کی حیرانی

....

حمدیہ ہائیکو

کیا تیرا عرفان
ہم کو نہیں ہے خود مولا
اپنی بھی پہچان

غزل کے پیرہن میں چند اشعار

زبان کو تابِ گویائی نہیں رہتی مدینے میں
صدا دیتی ہے لیکن چشمِ تر آہستہ آہستہ
جگائے علم کے سورج سکھائی لفظ کی حرمت
کیے وا آگہی کے سارے در آہستہ آہستہ

....

قلم خوشبو کا ہو اور اس سے دل پر روشنی لکھوں
مجھے توفیق دے یارب کہ میں نعتِ نبیؐ لکھوں
قلم کی پیاس بجھتی ہی نہیں مدحِ محمدؐ میں
میں کن لفظوں اپنا اعترافِ تشنگی لکھوں

....

لکھے حرف زندہ بھی نعت میں ہے صبیحؔ کی یہی آرزو
کوئی ایسا طرزِ سخن ملے پئے عرضِ حال مرے نبیؐ

تھے عالی مرتبہ سب انبیاء اول سے آخر تک
مگر سرکار سا کوئی نہ تھا اول سے آخر تک
نکل آئیں گے حل سب مسئلوں کے چند لمحوں میں
حیاتِ مصطفیٰؐ کو سوچنا اول سے آخر تک

....

ایک اک گام پہ روشن کرو مدحت کے چراغ
نعت کی روشنی پھیلاؤ جہاں تک پہنچے
جب بھی آیا ہے صبیحؔ اسمِ محمدؐ لب پر
قافلے حرف کے معراجِ بیاں تک پہنچے

....

فرش پر عرش کے حالات سنائے ہم کو
انؐ کے آنے سے گیا بے خبری کا موسم
آپؐ نے آکے بتائے بصیرت کے رموز
آپؐ سے سب کو ملا خوش نگہی کا موسم
انؐ کی نسبت سے دعاؤں کا شجر سبز ہوا
ورنہ ٹلتا ہی نہ تھا بے ثمری کا موسم

....

وصف لکھنا حضورؐ انور کا
ہے تقاضا میرے اندر کا
آپؐ کا جو نہیں ہمارا نہیں
ہے یہ اعلان ربِ اکبر کا

....

تیرگی سے خوف کھا کر جب پکارا آپؐ کو
جسم و جاں میں روشنی کا اک سمندر جاگ اٹھا

ازل بھی انؐ کا ابد بھی انؐ کا
سب آئینوں میں جھلک رہے ہیں

تمنا ملاحظہ ہو

جہالت کے اندھیروں کی فصیلیں جس سے گر جائیں
مرے ہاتھوں کو ایسا علم کا روشن دیا دے دو
لکھے سب پھول جیسے لفظ سوچے چاند سے مضموں
صبیحؔ نعت گو کو نعت کا لہجہ نیا دے دو

....

میں صرف دیکھ لوں اک بار صبحِ طیبہ کو
بلا سے پھر میری دنیا میں شام ہو جائے

....

گفتگو خوشبو کے لہجے میں سکھائی آپ نے
خار نفرت چن لیے دے کر محبت کا گلاب

ایک اور انداز

قول و عمل سے آقاؐ کے
قرآن کی تفسیر ملی
صدی صدی کے چہرے پر
انؐ کی طلب تحریر ملی

....

گفتگو یاد کریں کھول کے قرآن حکیم
پھر انہیں لفظ معانی کا سمندر لکھیں

....

انسانیت کا اوج ہے معراجِ مصطفیٰؐ
یہ روشنی کی سمت سفر روشنی کا ہے

طویل بحر میں

ان کی رحمت کا کیا ٹھکانہ دیکھ لے سوئے طائف زمانہ
موسم سنگ باری میں لب پر کیا دعا کا اجالا نہیں ہے

نظموں میں بھی صبیح رحمانی کا اپنا ایک الگ رنگ ہے۔

کاغذی مکاں

میں خوف عصیاں سے رو کے سویا
جو اپنا دامن بھگو کے سویا
تو اک سہانا سا خواب دیکھا
کہ روز محشر ہے اور میں ہوں
مدد کو رحمت تلی کھڑی ہے
کرم کی برکھا برس رہی ہے
گھنے مرے
کاغذی مکاں ہیں

تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ مختلف ملکوں میں مختلف قوموں نے نئے نئے نظام حکومت اپنائے لیکن کامیابی کہیں نہیں ہوئی۔ ان میں کہیں نہ کہیں خامی ہے اور اس طرح کوئی مثالی معاشرہ سامنے نہیں آسکا۔ اسلام نے جو نظام حکومت اور حضور اکرم ﷺ نے جس کی تشریح ہی نہیں کی بلکہ اس نظام کو کامیابی کے ساتھ چلا کر دکھایا اس کے لیے تاریخ کے اوراق گواہ ہیں۔

مارکس کے فلسفہ جہد شکم سے ہے ہم کو
کوئی مطلب ہی نہیں
کیا غرض ہم کو لینن نے دیا کیا پیغام
ہم فرائڈ کے پجاری ہیں نہ ہیگل کے غلام
ہم تو یہ جانتے ہیں
امن و سکون کی خاطر
صرف درکار ہے دنیا کو
محمد (ﷺ) کا نظام

"وحشی لمحوں کی معزولی" میں صبیح رحمانی کہتے ہیں۔

انؐ سے پہلے کس نے دیکھے رحمت کے یہ رنگ
لب پہ دعاؤں کی خوشبو ہے جسم پہ بارش سنگ
راہ میں کانٹے بچھانے والے پائیں دعا کے پھول
خیر صفات رسولؐ
انؐ سے حسن عبارت وہ ہی نور سبل
خیر مرجع، رحم کا پیاں، یعنی ختم رسلؐ
عفو، محبت اور سچائی جن کے خاص اصول
خیر صفات رسولؐ
وہ جن کی آمد سے پھیلی نور کی کرنیں
جہاں سے رخصت ہوئے اندھیرے
جہالت و گمراہی سے سب نے نجات پائی
جو علم و حکمت کا آستاں ہیں
شعور کا بحر بیکراں ہیں

ایک اور نظم "انسانیت کے سب سے بڑے معمار" ملاحظہ ہو۔

وہ لطف و خیر کا معمار
ہر پل یاد آتا ہے
جسے ظالم پڑوسی سے محبت تھی
جسے رسم غلامی سے عداوت تھی
وہ جس کی ذات روئے ارض پر موجود ہر جن و بشر کے واسطہ وجہ ہدایت تھی۔
میں جب اس عہد کو احساس سے محروم پاتا ہوں
تو اپنے درد میں ڈھلتے ہوئے
شام و سحر میں
خود اپنی بے بسی پر نوحہ خوانی کرتا جاتا ہوں
شکست و ریخت کی اس تیرگی میں

اک یہی امید کا روشن حوالہ ہے
کہ اس عہد قتال و جنگ میں
وہ خیر خواہوں کا امام اولین و آخریں
اک بار سب کو یاد آجائے
جسے ظالم پڑوسی سے محبت تھی
جسے رسم غلامی سے عداوت تھی
وہ جس کی ذات روئے ارض پر موجود ہر جن و بشر کے واسطے وجہ ہدایت تھی

....

صبیح نے ہائیکو میں بھی نعتیہ انداز اختیار کر کے ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔

صرف مدینے میں
اور کہاں پر اگتے ہیں
سورج سینے میں

....

لکھیے انؐ کا نام
اجلے موسم اتریں گے
دل پر صبح و شام

....

سیرت کے انوار
سورج بن کر ابھرے ہیں
انؐ کے پیرو کار

صبیح رحمانی..........منفرد لہجے کا شاعر

صبیح رحمانی میرے چھوٹے بھائی یعقوب غزنوی کے جگری دوست ہیں مجھ سے اکثر ان کی ملاقات چھوٹے بھائیوں ہی کی طرح ہوئی۔ کبھی وہ میری جھونپڑی پر آئے اور کبھی کسی محفل نعت و مشاعرہ میں ثناخوانی کرتے سنا۔ مودب، مہذب، وضع دار شعر گوئی کے حوالے سے باقاعدہ ملاقات کا ذریعہ ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ "ماہ طیبہ" تھا۔ یعقوب نے مجموعہ دیتے ہوئے کہا کہ اس پر کچھ لکھنا ہے۔ ہمارے ہاں نعت گوئی کا جو غیر محتاط رجحان چل نکلا ہے اس کے باعث میرا خیال تھا کہ یہ کچی عمر کے نوجوان کی کوشش ہے روایتی سی ہوگی چند سطور چھوٹے بھائی کے حوالے سے لکھ دوں گا۔ "ماہ طیبہ" کا مطالعہ کر کے خوشگوار حیرت ہوئی۔ صبیح سے تعلق کے سارے حوالے دھندلے پڑ گئے ان کا مجموعہ سب سے بڑا حوالہ بن گیا۔ صبیح اپنی عمر، جسمانی ساخت کے حوالے سے چھوٹا سہی اپنی فکر و خیال، زبان و بیان پر قدرت اور اظہار و ابلاغ کے سلیقے کے علاوہ عقیدت کی نسبت کے حوالے سے بڑا بلکہ بہت بڑا آدمی نکلا اتنا بڑا کہ مجھ جیسے کم ہنر مندوں کو اسے سر اٹھا کر دیکھنا پڑا۔

ہمارا اجتماعی المیہ یہ ہے کہ ہم کسی کی صلاحیتوں کا اعتراف کرنے میں بخل کی حد تک احتیاط کرتے ہیں کہ کہیں ہماری اپنی نفی نہ ہو جائے۔ "ماہ طیبہ" پر چند سطور اپنی بساط کے مطابق لکھی تھیں اب "جادہ رحمت" میرے ہاتھوں میں ہے ایک ایک مصرعہ چوم لینے کے قابل ہے زیر نظر مجموعہ پڑھ کر لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ سوچتا ہوں صبیح اتنی کم عمر میں اتنا بڑا کیسے ہو گیا یقیناً یہ کوئی بڑا راز ہے میں نے "جادہ رحمت" سے وہ راز پالیا ہے صبیح کی پر اثر شاعری میں "نسبت" کی معجزہ نمائی کارفرما ہے جس کا تذکرہ اس کے ہاں بہتات کے ساتھ ملتا ہے یقیناً صبیح ان نفوس میں شامل ہے جن پر براہ راست رحمت کا نزول ہوتا ہے اس کے کمال فن کے معترف بڑے بڑے اہل علم ہیں میرا تو شمار ہی کیا۔ زیر نظر مجموعے میں صرف خیال کی جدت ہی نہیں اصناف سخن کا تنوع بھی ہے اس میں حمدیہ نظمیں غزلیہ ہیئت میں نعتیں اور پابند و آزاد نظموں کی صورت میں نعتیہ مصرعوں کے علاوہ جاپانی صنف ہائیکو میں بھی نعتیں ہیں۔ نعت گوئی کے سفر میں اتنی

اصناف کی طرف بڑھنا ذوق ایجاد اور جدت طرازی کی دلیل بھی ہے اور حوصلہ مندی کی علامت بھی۔ آزاد نظموں میں ردیف و قوافی کے تلازمے سے فراغت کے باوجود "شعریت" اور غنائیت پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔ پابند شاعری میں روایت و جدت کے ساتھ لفظوں کا انتخاب ان کی نشست و برخاست، بحور کا چناؤ، خوب ہے۔ صبیح نے جن تراکیب کا تجربہ کیا ہے اس کے لئے تجربے اور حوصلے کی ضرورت ہے۔

نعت ایسا موضوع ہے جو کم و بیش پندرہ صدیوں سے شاعروں، ادیبوں اور نقادوں کا محور فکر رہا ہے اور آج بھی تر و تازہ ہے اس عرصے میں نعت گوئی قابل توجہ مراحل سے گزری ہے۔ الطاف حسین حالی سے پہلے نعت گو شعراء شمائل مصطفی ﷺ کی توصیف کے محور پر گردش کرتے رہے۔ حالی نے نعت کو مختلف انداز دیا حیات مصطفی ﷺ کو نمونہ تقلید بنانے پر توجہ دی وہ بھی اس طرح کہ وہ تحریک بن گئی بعد ازاں شعراء نے حضور ﷺ کے پیغام، کردار، قول و فعل اور اخلاق حسنہ اور افکار معلی کے نور سے شاعری کو جلا بخشی فی زمانہ نعت میں موضوعات کا تنوع ہے۔ شمائل، اخلاق عالیہ، عقیدت، خواہشات و تمنائیں، عصری مسائل سب ہی نعت کا موضوع بن رہے ہیں۔

مسلم و غیر مسلم ہر دو حضرات نے حضور ﷺ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ نعتیہ شعر گوئی ایک سعادت ہے اور یہ سعادت خالصتاً توفیق کا معاملہ ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ توفیق قسمت سے میسر آتی ہے ثناء رسول ﷺ میں کہا گیا ہر حرف معتبر ہو جاتا ہے اس لئے نعت میں اچھے اور کم اچھے کا معاملہ بے معنی ہے البتہ جن اشعار میں صرف خیال اور لفظیات ہوں وہ "اقرار باللسان" اور جن الفاظ کو دلی کیفیات، جذب و محبت اور عقیدت کی حدت میسر آجائے گویا انہیں "تصدیق بالقلب" بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ دل کی تصدیق اور زبان کا اقرار یہ دونوں عناصر مل کر ایمان بن جاتے ہیں ایمان کامل ہو جائے تو ایسی ہی کرامات کا ظہور ہوتا ہے جو "جادہ رحمت" بن جائیں۔ سینکڑوں شعراء قادر الکلام ہونے کے باوجود نعت کہنے کے معاملے میں "عجمی" ہو جاتے ہیں۔ یہ خالصتاً توفیق کا معاملہ ہے کیونکہ نعت کہنے کے لئے قدم قدم پر احتیاطوں کے پہرے ہیں۔ شرعی حدود ہیں کہ کہیں جوش عقیدت اور شاعرانہ مبالغہ ان حدوں کو پار نہ کر لے جہاں نبوت اور الوہیت کا فرق ختم ہو جائے۔ دوسری طرف وہ ہوش مندی درکار ہے جو عقیدت پر جذبہ عشق کو غالب کر کے مجاز کی وہ راہ اختیار نہ کر لے کہ محبوب کی صفات کا عامیانہ پن جگہ پا جائے ان احتیاطوں کے درمیان روح کی پاکیزگی، حرارت ایمانی اور حضور قلب کے ساتھ

نصیب ہونے والی کیفیات و بے ساختگی سے نعتیہ شاعری تعبیر ہے میرے نزدیک نعت گوئی عبادت سے کم نہیں۔

انسانی عقل اس کی قوت لطافت، زبان دانی، و فصاحت و بلاغت جہاں تک ساتھ دے سکتے ہیں اس امکانی حد تک اپنی تمام صلاحیتوں کو مجتمع کر کے عقیدت کے پھولوں کا گلدستہ سجالینا بڑی سعادت ہے اور یہ سعادت تازہ کار شاعر صبیح رحمانی کو حاصل ہوئی ہے جس راہ پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے صبیح نے اس پر عالم مستی میں اپنی رفتار کے ساتھ چلنا سیکھ لیا ہے۔ یہ غیر معمولی اعتماد اسے اس کی نسبت نے عطا کیا ہے اور اسی طرح ہر مشکل ترین کام آسان تر ہو گیا ہے یقیناً اس کی دعا کو بارگاہ ایزدی میں شرف باریابی نصیب ہو گیا اور اس پر فیض کی موسلا دھار بارش ہو گئی۔

حوصلہ دے فکر کو اور بارش فیضان کر
ہے ثنا تیری بہت مشکل اسے آسان کر

حمد میں اس سے قابل رشک مصرعے وارد ہوتے ہیں۔

زیست کے تپتے ہوئے صحراء میں ہوں اس سے نکال
میرے سر پر بے کراں رحمت کی چادر تان کر

پھر اس رحمت کی چادر کا سایہ اتنا گہرا ہوا کہ اس کے مصرعے منہ سے بولنے لگے۔

پھر سے اس گم کردہ رہ کو صاحب ایمان کر
بے سکونی کو عطا پھر حسن اطمینان کر

ایسے بے ساختہ، رواں اور جدت طراز مصرعے خاص عطا ہوتے ہیں جو وجدان کی خانقاہ سے نکل کر اظہار کے منبر پر آکھڑے ہوتے ہیں یہ اظہار ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ہے۔

شاعرانہ ہنر کے حوالے سے بھی صبیح کے ہاں بہت سے قابل توجہ پہلو نمایاں ہیں مثلاً ردیفوں کا استعمال قوافی کا التزام، تشبیہ و استعارات، تراکیب کی جدت وغیرہ اس کی شعر گوئی کی صلاحیت کی پہچان بن گئی ہے۔ یہ ردیفیں

اول سے آخر تک .... کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا.... .... آہستہ آہستہ.... ....
جاگ اٹھا.... .... نئی لکھوں.... .... کا موسم .... سب کے سب وغیرہ ان ردیفوں کو برتنا ایک کار مشکل ہے اس کے باوجود سب کی سب معنویت سے پر ہیں نعت میں جدت طرازی سے کام لینا بڑی احتیاط کا متقاضی ہے یہاں خیال کا اچھوتا پن دکھانے کے لئے بساط سے بڑھ کر سوچنا پڑتا ہے صبیح کی

نسبت کے فیض کے باعث فکر و اظہار نے نئی سمتوں کا سفر کیا ہے اس کی اڑان بلند بھی ہے اور منفرد بھی ذرا مصرعوں میں خیال کی ندرت اور ابلاغ کی پرکاری دیکھئے

حرا کے سوچتے لمحوں کو زندہ ساعتیں لکھ کر
صفا کی گفتگو کو آبشار آگہی لکھوں

پھر "اعتراف تشنگی" "لکھوں جیسی باتیں کہہ جانا بڑے شاعرانہ ہنر کا کام ہے یوں لگتا ہے کہ اسے یہ ہنر ودیعت کر دیا گیا ہے اس پر کرم کا کوئی شمار ہے نہ عطا کا کوئی حساب ہے خاص طور پر "اول سے آخر تک" ایسی ردیف ہے نعت میں جس کے معنوی تقاضے پورے کرنا سنگلاخ چٹانوں پر تیشہ گری کرنا ہے لیکن یوں لگتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں تیشہ نہیں نور کا ہالہ ہے جن کی کرن پڑتے ہی چٹانیں پگھل پگھل جاتی ہیں۔ سیرت طیبہ کی ہمہ گیری کو صبیح نے دو مصرعوں میں ایک مشکل ردیف کے ساتھ کسی درجہ خوبصورتی سے سمو دیا ہے۔

نکل آئیں گے حل سب مسئلوں کے چند لمحوں میں
حیات مصطفیٰ کو سوچنا اول سے آخر تک

پھر ایک ردیف میں تینوں زمانوں کا احاطہ کیا ہے اور ہر ہر مصرعہ معنویت کا غیر معمولی تنوع رکھتا ہے جس ہستی کا تذکرہ ہے اس کے حوالے زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہیں اور تمام زمانوں اور جہانوں کو اپنی رحمت کے حصاروں میں لئے ہوئے ہیں اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ ردیف اپنے اندر معنی و مفہوم کا بحر بیکراں رکھتی ہے۔

کسی وہم نے صدا دی کوئی آپ کا مماثل
تو یقیں پکار اٹھا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

ردیف کی روانی میں خیال کی بندش کمال ہنر مندی اور اس روشنی کا باعث یہ ہے کہ صبیح کے طاق جاں میں چراغ نسبت فروزاں ہے ایسی مبارک روشنی جسے نصیب ہو جائے اسے خوف تیرگی ماضی حال اور مستقبل سے بے نیاز کر دیتا ہے

میرے طاق جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

صبیح کی شاعری میں ایسے درجنوں کرشماتی مصرعے موجود ہیں جو توجہ جذب کر لینے کی صلاحیت کے حامل ہیں۔ نظموں اور ہائیکوز میں بھی اس کا منفرد انداز ہے۔

روشن ہیں چہرے　　　لکھیے ان کا نام　　　ابھری اک آواز
رنگ ہیں جن پر آقا کی　　　اجلے موسم اتریں گے　　　کوہ صفا پر آئی نظر
نسبت کے گہرے　　　دل پر صبح و شام　　　رنگوں کی پرواز

اس تمام تر ہنر مندی کے باوجود اس کے مزاج فن میں انکساری کا سوال موجود ہے وہ اب بھی کاسہ طلب پھیلائے ہوئے ہے شاید اس پر یہ اسرار کھل گیا ہے کہ وہ جس بارگاہ میں کھڑا ہے وہاں سے جتنا مانگا جائے اس سے سوا ملتا ہے اس کی طلب بھی نرالی ہے۔

میرے آقا صبیح بے ہنر کو
عطا کچھ نعتیہ اشعار کر دیں

جادہ رحمت کے مطالعے سے جو مجموعی تاثر مجھ پر یہ قائم ہوا ہے کہ اس کی شاعری محض قافیہ پیمائی نہیں بلکہ تاثیر و تاثر ہے، محض بحروں کا قرینہ اور ردیفوں کا خزینہ نہیں اس کا ذہن بیدار اور مقام رسالت سے خبردار ہے اس کی شاعری میں ایمان و جدان کا تب و تاب اور نسبت کی چاشنی موجود ہے۔ شاعری میں سادگی اور شائستگی اس کا خاصہ ہے۔ تمام اصناف پر مشق سخن کرنے کا کامیاب تجربہ رکھتا ہے۔ بیان کی روانی فکر کی تازگی، اظہار کی بے ساختگی، عقیدت کا سلیقہ، طلب کا قرینہ، وارفتگی کی وضعداری، احترام و عقیدت کے جملہ تقاضے، لب و لہجے کی جدت اس کی شاعری میں ادب کے سارے ہی قرینے تو موجود ہیں میرا خیال ہے کہ یہی اوصاف اس کی شاعری میں بڑے پن کے روشن امکانات ہیں۔

صبیح کی شاعری میں مستقبل کے بڑے امکانات موجود ہیں۔ جادہ رحمت نعتیہ ادب میں منفرد اضافہ جو انہیں نہ صرف اپنی نسل کے شعراء میں بلکہ بزرگ شعراء کے صف میں نمایاں مقام دلائے گا۔

میری دعا ہے کہ صبیح رحمانی کا شعری مستقبل اور زیادہ صبیح ہو۔

ادیب رائے پوری کی فکر و فن اور حیات و خدمات کا ایک جامع مطالعہ

ادیب رائے پوری فن اور شخصیت

تحقیق: سیّد شجاعت علی طالب زیدی
شائع ہوگی ہے

ناشر: مدحت پبلشرز، اے ۸۳۷، بلاک ایچ شمالی ناظم آباد کراچی

سعید بدر (لاہور)

روشنی اور خوشبو کا نعت گو شاعر صبیح رحمانی

موسم سرما کے آغاز میں ایک دن سر شام ایک کرم فرما عبدالمجید منہاس صاحب کا فون آیا کہ "آج آٹھ بجے شب میرے ہاں ایک تقریب ہے جس میں چند احباب جمع ہو رہے ہیں اور اس میں نعت خوانی ہو گی راقم نے حیرت سے دریافت کیا کہ آخر وجہ کیا ہے کیونکہ ابھی چند ہی روز قبل آپ کے دولت کدہ پر "نعتیہ محفل" ہو چکی ہے۔ "انہوں نے فرمایا کہ بھائی جان کے ایک نعت گو اور نعت خواں دوست کراچی سے تشریف لائے ہوئے ہیں اس لیے سوچا کہ ان کے اعزاز میں چھوٹی سی تقریب ہو جائے کیونکہ مختصر وقت میں بڑی تقریب ممکن نہیں"۔

"بھائی جان" سے ان کی مراد ممتاز نعت گو شاعر حفیظ تائب کی ذات گرامی تھی جنہیں پرائڈ آف پرفارمینس بھی مل چکا ہے۔ حفیظ تائب میرے بھی ممدوح ہیں اور بہت بڑے کرم فرما۔ ان کی محبتیں، ان کی شفقتیں لازوال ہیں اور ہم جیسے تشکیک کے دور کے مارے ہوئے لوگوں کو منزل کا چراغ دکھاتی رہتی ہیں بلکہ احمد ندیم قاسمی نے تو انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ میں کل حشر میں کہہ دوں گا کہ مجھے حفیظ تائب جیسے عظیم نعت گو شاعر کا دور نصیب ہوا ہے"۔ منہاس صاحب نے مزید فرمایا کہ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی بھی تشریف لا رہے ہیں وہ بھی میرے عظیم دوست اور کرم فرما ہیں کیونکہ وہ بھی آسمان نعت کے درخشندہ ستارے ہیں جنہوں نے "نعت" کے موضوع پر "اوج" کا دو ضخیم جلدوں میں "نعت" نمبر نکال کر اپنے آپ کو زندہ جاوید بنا لیا ہے۔

ٹھیک آٹھ بجے ہم ممتاز سخن فہم اور رسول مقبول ﷺ کے عاشق صادق (اور سب سے بڑھ کر عہد حاضر کی کثافتوں، غلاظتوں، منافقتوں اور حسد وریا سے معمور دور میں شریعت اسلامیہ کے پابند) منہاس صاحب کے دولت کدہ پر پہنچ گئے، احباب تشریف لاتے رہے لیکن مہمان مکرم دیر سے تشریف لائے، ان کے ساتھ دو تین دیگر احباب بھی تھے اس لیے راقم انہیں پہچان نہ سکا۔ کیونکہ پہلے سے شناسائی موجود نہ تھی، پتلے دبلے جسم کے نوجوان سے بلکہ عہد حاضر کی زبان سے اسمارٹ سے نوجوان کو اس جگہ بٹھایا گیا جو مہمان کے لیے مخصوص معلوم ہوتی تھی۔ چونکہ فرشی نشست تھی کسی خاص قسم کی کرسی کا اہتمام نہ تھا اس لیے پھر بھی شک رہا کہ آخر مہمان کون ہیں؟ کیونکہ ان کے دائیں بائیں براجمان ہر دو حضرات سے بھی راقم ناآشنا

تھا۔

نعت پڑھنے کے لیے راقم کی باری آئی تو ایک شعر پر جواں سال مہمان نے داد دی، راقم نے دل ہی دل میں کہا کہ ہو نہ ہو یہی مہمان محترم ہیں کیونکہ ان کا شعری ذوق خاصا بلند واقع ہوا ہے۔ شعر یہ تھا۔

بے عمل ہوں پھر بھی آنکھوں میں ہے اک طوفان اشک
خشک لکڑی میں اگرچہ نم ذرا ہوتا نہیں

بلکہ انہوں نے یہ شعر مکرر پڑھنے کے لیے کہا۔ راقم نے شعر پڑھ دیا جس پر تمام شرکاء محفل نے داد دی۔

بہر حال آہستہ آہستہ نقاب اٹھتے گئے اور حجاب کھلتے گئے۔ آخر میں انہیں دعوت کلام دی گئی تو انہوں نے نہایت ترنم اور ذوق وشوق میں ڈوب کر اور سوز وگداز کے ساتھ نعت پڑھنا شروع کی ہر شعر پہلے سے بڑھ کر تھا راقم کو مجبور ہونا پڑا کہ جیب سے قلم نکال کر اشعار نوٹ کرے۔

کوئی مثل مصطفیٰ کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

نہایت مشکل زمین میں اور پھر تینوں زمانوں کو نہایت مہارت سے یکجا کر کے بات سے بات نکالی جا رہی تھی، جب انہوں نے فرمایا۔

مرے طاق جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

"طاق جاں" بڑی عمدہ ترکیب تھی، بالکل نئی اور انوکھی اور پھر طاق جان میں چراغ کا جلنا، سونے پر سہاگہ تھا۔

جب انہوں نے مقطع پیش کیا تو نام سے آگہی ہوئی کہ صبیح صاحب نغمہ پرداز ہیں۔

سر حشر انؐ کی رحمت کا صبیح میں ہوں طالب
مجھے کچھ عمل کا دعویٰ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

نعت کے اختتام پر تمام شرکاء مجلس دم بخود تھے۔ حفیظ تائب اور راقم نے درخواست کی کہ براہ کرم ایک اور؟ انہوں نے اس کے بعد بھی نہایت عمدہ نعت سنائی۔

یہ تاثر ختم ہو چکا تھا کہ یہ نوجوان سا شاعر بھی اتنا بڑا شاعر ہو سکتا ہے جس کے اعزاز میں تقریب برپا کی گئی ہے۔ بلکہ یہ تاثر گہرا ہو گیا کہ صبیح صاحب بہت سے بڑے بڑے شاعروں کے مقابلے میں ندرت گوئی کے اعتبار سے بڑے ہیں۔ نئی نئی تراکیب نئی نئی تشبیہیں اور نئے نئے استعارے لاتے ہیں اور ان کا

چابک دستی سے استعمال بھی کرتے ہیں۔

نعت گوئی اور نعت خوانی کا سلسلہ ختم ہوا تو انہوں نے میزبان جناب عبدالمجید منہاس صاحب کی خدمت میں "جادہ رحمت" کا نسخہ پیش کیا تو پتہ چلا کہ موصوف صاحب کتاب بھی ہیں۔ گویا وہ نعت خواں یا نعت گو ہی نہیں بلکہ بقول اقبال! .... الیکن در بغل دارد کتاب والا معاملہ ہے۔

ڈاکٹر آفتاب نقوی کے تعاون سے صبیح رحمانی سے ہوٹل میں اگلے روز دوبارہ ملاقات نصیب ہوئی۔ تبادلہ خیال ہوا تو پتہ چلا کہ ان کا مجموعہ کلام ماہ طیبہ کے عنوان سے اس سے قبل بھی شائع ہو چکا ہے۔ ان سے جدا ہو کر گھر واپس آیا تو نعت کے حوالے سے میرے ذہن پر ان کے گہرے نقوش مرتسم تھے۔ انہوں نے جوانی ہی میں سخن گوئی اور وہ بھی نعت جیسے مشکل میدان میں وہ مقام حاصل کر لیا تھا جو بعض اوقات بہت سے عمر رسیدہ شعراء کو بھی میسر نہیں ہوتا۔ عرفیؔ نے نعت کے متعلق فرمایا تھا کہ۔

عرفیؔ! مشتاب ایں رہ نعت است، نہ صحرا است
......! آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

لیکن صبیح رحمانی "تلوار کی دھار" پر چل کر بھی کامیابی سے آگے نکل جاتے ہیں۔ کسی نے کہا تھا کہ نعت گوئی "پل صراط" پر چلنے کا دوسرا نام ہے اور یہ حقیقت بھی ہے اس کے مقابلے میں حمد رب دو جہاں کہیں آسان تر ہے۔ اس سلسلہ میں ممتاز عالم دین اور مفکر اسلام اور عہد حاضر کے سب سے بڑے نعت گو مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے خوب کہا۔

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہو جاتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے انسان جتنا چاہے آگے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اس جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب پابندی ہے"۔

عزیزم صبیح رحمانی نے اپنے ذوق و شوق کے ساتھ ساتھ فنی التزام سے مختصر سی مدت میں لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"نعت کے باب میں وہ جدید لب و لہجہ کے ساتھ ساتھ سیرت رسول اکرم ﷺ کا شعور رکھتے ہیں اور ذات رسالت مآب ﷺ کے منصب، پیغام، سیرت و کردار اور اوصاف و فضائل کی بات کرتے ہوئے احترام کے ان جملہ تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں جو نعت گوئی کے لیے ضروری ہیں"۔

عصر حاضر کے عظیم نعت نگار حفیظ تائبؔ، صبیح رحمانی کے متعلق یوں رقم طراز ہیں۔

"جادہ رحمت کا نصف کے قریب نعتیہ کلام بہ پیرائیہ غزل ہے جب کہ باقی نصف مجموعہ پابند و

آزاد نعتیہ نظموں پر مشتمل ہے۔ دونوں حصے اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ صبیح رحمانی غزل اور نظم کے مزاج اور تقاضوں کو اچھی طرح سمجھتا ہے اور وہ نعت کو اس رتبہ سے کمتر صورت میں نہیں دیکھنا چاہتا جس تک عام غزل اور نظم پہنچ گئی ہے۔ چنانچہ وہ قدرت کلام کو ندرت آشنا کر کے اپنی نعت کو عصر جدید کے اسالیب و رجحانات سے آراستہ کرتا چلا جاتا ہے۔ اسے اپنا منفرد لب و لہجہ منانے میں بڑی نمایاں کامیابی ہوئی ہے"۔

حفیظ تائبؔ کی جانب سے صبیح رحمانی کے لیے یہ بہت بڑا خراج تحسین ہے۔

راقم کو صبیح رحمانی کا دوسرا مجموعہ نعت "جادہ رحمت" دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ماہ طیبہ دیکھنے کی سعادت حاصل نہیں ہو سکی۔

راقم کی رائے میں صبیح رحمانی کی نعتوں میں "روشنی اور خوشبو" کا خوبصورت اہتمام ہے اس لیے اگر انہیں "روشنی اور خوشبو" کا نعت گو کہہ کر خطاب کیا جائے تو غلط نہ ہو گا ان کے پورے نعتیہ کلام میں بار بار روشنی اور خوشبو کا ذکر آتا ہے بلکہ راقم کی نظر میں ان کی ہر نعت میں کسی نہ کسی حوالے سے خوشبو یا روشنی کا ذکر موجود ہے۔ صبیح رحمانی ان دونوں باتوں کے بغیر اظہار خیال نہیں کرتے، کسی نہ کسی پیرائے، یا اسلوب میں روشنی کا استعارہ یا خوشبو کا حوالہ آ ہی جاتا ہے جادہ رحمت کے عنوان سے پہلے ہی قطعہ میں یوں گویا ہیں۔

افق پہ ذہن کے روشن ہے ماہ عالم تاب
برس رہا ہے مری روح پہ سحاب کرم
ثنائے سرور دیںؐ کے لیے ہوں وقف صبیح
خوشا کہ جادہ رحمت پہ گامزن ہے قلم

اس کے بعد پہچان کے عنوان سے آزاد حمدیہ نظم ہے اس کے پہلے ہی شعر میں روشن چراغ اور روشن شجر سے بات شروع کرتے ہیں اور آگے چل کر افق افق اس کے جلووں اور شفق شفق اس کی کرنوں کا ذکر آتا ہے۔

فصیل پر ہیں ہوا کی روشن چراغ جس کے
سیاہ راتوں میں جس نے روشن شجر کیے ہیں
وہ جس کے جلوے افق افق ہیں
وہ جس کی کرنیں شفق شفق ہیں

اس کے بعد پھر حمد ربی آتی ہے جس کا آغاز

کر رہے ہیں تری ثناء خوانی
سوچتی دھرتی، بولتا پانی

سوچتی دھرتی، بولتا پانی، کتنی عمدہ ترکیبیں ہیں جو صبیح ہی کا خاصہ ہیں اسی حمدیہ غزل میں کہتے ہیں۔

تیرے جلووں کے دم سے لیل و نہار
تیرے سورج کی سب درخشانی

گویا جلوے، سورج، درخشانی تینوں الفاظ روشنی کے ترجمان اور مظہر ہیں اور اگلے ہی شعر میں نورانی کا لفظ آ گیا ہے۔

گونجتا ہے ثناء کے نغموں سے
گنبد جاں ہے میرا نورانی

گونجتا اور گنبد کی عمدہ یکجائی کے ساتھ "نورانی" لائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ گویا روشنی کی کرن یا نور کی شعاع انہیں جہاں کہیں نظر آتی ہے ان کا پرواز تخیل اسے اپنے دائرہ شعر میں لے آتا ہے۔

ان کی پہلی نعت کا مطلع ہے

کوئی مثل مصطفیٰؐ کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا،
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا،

اسی نعت میں چوتھا شعر یوں ہے۔

مرے طاق جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

طاق جاں اور نسبت کے چراغ کتنی عمدہ ترکیب ہے۔

صبیح رحمانی عالم تصور میں آہستہ آہستہ "طیبہ نگر" کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو رات کی ظلمت سے نکلتے ہوئے سحر کا انتظار کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

اتاری روح کی بستی میں جلووں کی دھنک اس نے
شکست شب پہ ہو جیسے سحر آہستہ آہستہ

شکست شب کے ساتھ سحر کی روشنی ساتھ ساتھ لیے چلتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر صبیح چل نہیں سکتے۔ یہی روشنی کی تلاش دراصل حقیقت کی تلاش ہے جس کے لیے وہ ظلمت شب سے نکلنے کے لیے کوشاں ہیں اور سحر کی جستجو میں ہیں، دراصل صبیح رحمانی کی نعت گوئی کا اصل مقصد و مدعا بھی روشنی کی

جستجو ہے۔ ان کا سفر زندگی کے اندھیاروں سے نکل کر روشنی کے افق تک پہنچتا ہے۔

اسی نعت میں صبیح رحمانی رسالتمآب ﷺ کی خدمت میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے علم کی اہمیت کا ذکر کرتے ہیں تو جہاں وہ نئی نئی تراکیب لاتے ہیں وہاں ان تراکیب میں روشنی اور روشنی کے منبع کے ماخذ کا ذکر کرنا نہیں بھولتے ہیں۔

جگائے علم کے سورج سکھائی لفظ کی حرمت
کئے وا آگہی کے سارے در آہستہ آہستہ

اس سفر میں صرف علم کے سورج کی ترکیب ہی پیش نہیں کی بلکہ "آگہی کے دروازوں کا وا ہونا بھی روشنی کی آمد کا اشارہ ہے۔ مقطع یوں ہے۔

صبیح انؐ کی ثناء اور تو کہ جیسے برف کی کشتی
کرے سورج کی جانب طے سفر آہستہ آہستہ

اپنے مقطع میں صبیح رحمانی نے اپنے آپ کو "برف کی کشتی" سے تشبیہ دے کر اپنی بے بضاعتی کا اظہار کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ رسالتمآب ﷺ کو "سورج" قرار دیا ہے۔ اپنی ہیچمدانی کا ذکر نہایت عمدہ انداز میں کیا ہے۔ بھلا "برف کی کشتی" سورج کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہے وہ تو پگھل کر ہی رہے گی۔

جادہ رحمت میں ایک نعت کا مطلع، خوشبو اور روشنی جیسے دونوں ہی تلازمات کو لیے ہوئے ہے۔

قلم خوشبو کا ہو اور اس سے دل پر روشنی لکھوں
مجھے توفیق دے یارب کہ میں نعت نبیؐ لکھوں

جس طرح نعت رسالتمآب ﷺ کے لیے خوشبو اور روشنی جیسے لوازمات کی اشد ضرورت ہے اسی طرح صبیح رحمانی بھی ان ہر دو اشیاء کے بغیر نعت لکھ ہی نہیں سکتے۔ اسی نعت کے مقطع میں کہتے ہیں۔

جبین وقت پر حسانؓ و جامیؒ کی طرح چمکوں
صبیح ان کی غلامی کو متاع زندگی لکھوں

یہاں پھر وہ جبین وقت پر "چمکنے" کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے روشنی کا دامن نہیں چھوڑتے۔

"راہ حق" کی روشنی ہی کی تلاش میں ایک جگہ حضور نبی اکرم ﷺ سے درخواست گزار ہیں۔

میں نواح شب میں بھٹک گیا نئے سورجوں کی تلاش میں
کوئی روشنی کہ بدل سکے مری شب کا حال مرے نبیؐ

اس شعر میں جہاں انہیں اپنی شب تاریک اور بھٹکنے کا شدت سے احساس ہے وہیں ایک اور شعر

میں امید کی کرن پھوٹتی ہے اور وہ رجائیت سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں۔

فرشتوں نے مری لوحِ عمل پر روشنی رکھ دی
ثناء خوانِ محمدؐ لکھ دیا اول سے آخر تک

ہم جادہ رحمت کے اوراق پلٹتے ہیں تو ایک نعت میں سات اشعار میں سے چار اشعار ایسے ہیں جن میں کسی نہ کسی حوالے سے نور، روشنی، انوار اور چراغ کا ذکر موجود ہے۔ اس سے راقم کے دعوئی کی قدم قدم پر تصدیق ہو رہی ہے کہ صبیح رحمانی روشنی اور خوشبو کے نعت گو شاعر ہیں۔

نور سرکار دو عالمؐ کو پکارا میں نے
جب اندھیروں کے قدم وادیٔ جاں تک پہنچے
کاسۂ جاں میں لیے نور کی لوٹے خیرات
جو گدا انؐ کے درِ فیض رساں تک پہنچے
روشنی گنبدِ خضراء کی ملی جنت میں
شہرِ طیبہ ترے انوار کہاں تک پہنچے
ایک اک گام پہ روشن کرو مدحت کے چراغ
نعت کی روشنی پھیلاؤ جہاں تک پہنچے

صبیح رحمانی نے سرورِ کائناتؐ کی تعلیمات کو نعت کی صورت میں پیش کرنے کو مدحت کے چراغ جلانے کی خوبصورت تشبیہ دی ہے۔ ایک اور جگہ اس گھر کو اجالوں کا مقدر کہتے ہیں جہاں نعت رسول ﷺ کی ثناء خوانی کے دیپ روشن رہتے ہوں ہم آگے بڑھتے ہیں تو ایک اور نعت کا مطلع اپنے اندر سورج کا لفظ لیے ہوئے ہے جو بجائے خود روشنی اور حرارت کا سرچشمہ ہے۔

خاک کو عظمت ملی سورج کا جوہر جاگ اٹھا
آپؐ کیا آئے کہ ہستی کا مقدر جاگ اٹھا

اگلا شعر کتنا عمدہ ہے اور "روشنی کا سمندر" جیسی ترکیب کا حامل ہے۔

تیرگی سے خوف کھا کر جب پکارا آپؐ کو
جسم و جاں میں روشنی کا اک سمندر جاگ اٹھا

مقطع میں مزید یہی احساس نور و روشنی پھیلا ہوا ہے۔

منزلِ احساس کی راہیں منور ہو گئیں
سوچ کے آئینے میں اک نور پیکر جاگ اٹھا

نعت کو روشنی اور نور سے تشبیہ دینے کا ایک اور انداز دیکھئے۔

ہے جسم و جاں کا ہر گوشہ روشن روشن مہکا مہکا
لگتا ہے کہ قرطاسِ دل پر کوئی نعت اترنے والی ہے

اس شعر میں بھی روشنی اور نور کے علاوہ خوشبو اور مہک کا احساس موجود ہے۔ صبیح رحمانی کی نظر میں ہر نور کا سرچشمہ اور منبع رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ بابرکت ہی ہے۔ ان کے خیال میں نور کا چشمہ وہیں سے پھوٹتا ہے اور مہتاب بھی وہیں سے طلوع ہوتا ہے۔

ہو دل کا نور، نگاہوں کا نور، علم کا نور
ہر ایک نور کو نسبت مہ عرب سے ہے

روشنی کے جویا، نور کے متلاشی صبیح رحمانی ایک اور نعت میں اپنی اس خواہش کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

نظر کے ریگزاروں کو متاعِ نقشِ پا دے دو
میں ہوں تاریک راہوں میں اجالوں کا پتہ دے دو
جہالت کے اندھیروں کی فصیلیں جس سے گر جائیں
مرے ہاتھوں کو ایسا علم کا روشن دیا دے دو
لکھے سب پھول جیسے لفظ سوچے چاند سے مضموں
صبیح نعت گو کو نعت کا لہجہ نیا دے دو

صبیح رحمانی جس روشنی، جس نور اور جس خوشبو کی تلاش میں ہیں اس کو وہ نبی اکرم ﷺ کے پائے اقدس کی دھول قرار دیتے ہیں۔

مہر و ماہ و نجوم و کہکشاں
پائے اقدس کی دھول سب کے سب

پھر کہتے ہیں۔

تجلیات سے بھر لوں میں اپنا کاسۂ جاں
کبھی جو انؐ کی گلی میں قیام ہو جائے

یہاں وہ "تجلیات" کا لفظ لا کر روشنی و نور کا اظہار کرتے ہیں اور در خیر الوریٰ سے اپنے کاسۂ جاں کو معمور کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور نعت میں ان کا مطلع روشنی اور خوشبو کا ذکر لیے ہوئے نظر آتا ہے۔ بلکہ پوری نعت ہی "گلاب" کی ردیف کی وجہ سے خوشبو میں بسی ہوئی ہے۔

خواب روشن ہو گئے، مہکا بصیرت کا گلاب

جب کھلا شاخ نظر پر انؐ کی رویت کا گلاب
گفتگو خوشبو کے لہجے میں سکھائی آپؐ نے
خار نفرت چن دیئے دے کر محبت کا گلاب
خلق کی خوشبو تمام ادوار میں رچ بس گئی
باغ ہستی میں کھلا یوں انؐ کی شفقت کا گلاب

ہم جوں جوں آگے بڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ شاعر ایک روشنی و نور یا خوشبو سے متعلق ایک دو چار تلازمات پر مطمئن نہیں اس کی روح صدیوں سے خوشبو اور روشنی کی بھوکی نظر آتی ہے وہ ایک دو جرعوں سے سیراب نہیں ہونا چاہتی اس لیے وہ پوری نعت کی ردیف ہی "روشنی" لے آئے ہیں بالکل اسی طرح جیسے پچھلی نعت میں گلاب کی ردیف کو استعمال کرتے ہوئے ہر شعر میں کسی نہ کسی طرح خوشبو کا تذکرہ ہے۔

ذرے بھی اس کو دیدہ بینا کی روشنی
ہاتھ آئے جس کو انؐ کے کف پا کی روشنی
آنکھیں چرا رہے ہیں مہ و برق و آفتاب
کیسے بیان ہو مرے آقاؐ کی روشنی
صرف ایک شہر طیبہ منور نہیں کوئی
جنت میں بھی ہے گنبد خضرا کی روشنی

معراج مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے خوب کہا ہے کہ۔

انسانیت کا اوج ہے معراج مصطفیٰؐ
یہ روشنی کی سمت سفر روشنی کا ہے
جلنے لگے ہیں میری نوا میں چراغ سے
جب سے لبوں پہ اسم گرامی نبیؐ کا ہے

"تصویر جمال" میں بھی ہر لفظ مجسم نور و نکہت ہے۔

روح سورج کی طرح جسم اجالے کی مثال
کیسے الفاظ میں ڈھالوں میں وہ تصویر جمال
ذکر اس نور مجسم کا ہے کرنا مقصود
مالک لوح و قلم تو مرے لفظوں کو اجال

لفظوں کو "اجال" کیسی عمدہ دعا اور کیسی نادر ترکیب ہے۔

اسم محمد ﷺ کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

ہے یہی نام تو میری شب یلدا کی سحر
جسم و جاں میں جو چراغاں ہے اسی نام کا ہے
بس اسی نام کی خوشبو ہے مرے ہونٹوں پر
بس یہی نام دو عالم میں بڑے کام کا ہے

یہی حال ان کی آزاد نظم "ایک روشنی زمین سے آسمان تک" میں ہے۔ یہ نظم بھی ہمہ نور نہائی ہوئی ہے۔ بلکہ اگلے ہی صفحہ پر خوابوں کی دہلیز کی نظم روشنی کے استعارے لئے ہوئے ہے۔ غرض کہ اس مختصر مضمون میں ساری مثالیں نہیں دی جا سکتیں جو جادہ رحمت میں موجود ہیں۔ بہر حال چھوٹی سی عمر میں انہوں نے ایک طرف تو شاعری کے داخلی اور خارجی تقاضوں کو پورا کرنے کا اہتمام کیا ہے اور دوسری طرف دینی تقاضوں، روحانی آزمائشوں اور دینی نزاکتوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ انہوں نے اپنے شعری وجود کو ثابت کرنے کی بھرپور کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کے ہاں تازگی اور شائستگی کا احساس جھلکتا صاف نظر آتا ہے۔ زمینوں کے انتخاب میں بھی انہوں نے اعلیٰ صلاحیت کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے شعوری طور پر نئی ردیفوں کا انتخاب کیا ہے اور ایسے قوافی تلاش کیے ہیں جو ان کے حسب حال ہوں، مثال کے طور پر روشنی لکھوں، نئی لکھوں!...... فضا اول سے آخر تک عطاء اول سے آخر تک!...... !دربدی کا موسم، خوش نگہی کا موسم !...... !پیمبر لکھیں، منظر لکھیں!...... !مجال مرے نبیؐ!...... !لازوال میرے نبیؐ کف پا کی روشنی، دیدہ بینا کی روشنی!...... !نقش پا دے دو پادے دو، جوہر جاگ اٹھا، سمندر جاگ اٹھا!...... !

یہ مثالیں نمونہ مشتے از خروارے ہیں۔ اگر وہ اسی طرح محنت، لگن اور سب سے بڑھ کر عشق و محبت اور ذوق و شوق کے ساتھ آگے بڑھتے رہے تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد شاعری کے درجہ کمال تک پہنچ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا معین و مددگار ہو اور رسالت مآب ﷺ کی عطائیں ان کے شامل حال ہوں۔

نوجوان ادیب و شاعر **مبین مرزا** کی زیر ادارت شائع ہونے والا معیاری ادبی جریدہ

مکالمہ

ساتواں شمارہ شائع ہوگیا ہے

رابطہ: آر۔۲۰، بلاک نمبر ۱۸، فیڈرل بی ایریا، کراچی

صبیح رحمانی ۔۔۔۔۔۔۔ اول سے آخر تک ثناخوان محمدؐ

ثناخوانی آقائے دوجہاں ایسا بے بدل و بے مثال موضوع ہے جس پر صدیوں سے فکر و آواز کی دنیا کے محبان خاص اپنی بساط علمی، عقیدت اور توفیق آگہی کے جلو میں حق قلم اور حق آواز ادا کرنے کی سعادت عظمیٰ سے بہرہ مند ہو رہے ہیں مگر لاریب ہر طلوع ہونے والی صبح اس کی ہمہ گیریت، مقبولیت اور ہمشگی میں اضافہ ہی کرتی چلی جائے گی۔ اس لیے کہ سیرت ولی دوسرا کی محبوب شخصیت اتنی کامل، اکمل ہمہ صفت، ہمہ جہت اور ہمہ رنگ ہے کہ انسانی ذہن اس کا مکمل احاطہ کرنے سے قاصر ہی رہے گا۔ کوشش کیسی ہی اور کتنی ہی بار کیوں نہ کی جائے یہ ایسا صفا حق نیاز و ادب ہے جو بلاشبہ کبھی بھی پوری طرح ادا نہیں ہو سکے گا۔

90ء کی دہائی کے آغاز میں اردو شاعری کے منظر نامے پر طلوع ہونے والے معدودے چند اور نمایاں تر صاحب طرز نعت گو شعراء میں ایک نمایاں نام صبیح رحمانی کا ہے جنہوں نے مدحت سرور کونین کو اپنا بنیادی شعری وسیلہ ہی نہیں فریضہ زندگی مانا ہے اور غالباً اسی سبب سے جناب عزیز احسن نے ان کے نعتیہ شعری مجموعے "خوابوں میں سنہری جالی ہے" کے پیش لفظ میں تحریر کیا ہے۔

"صبیح رحمانی وہ واحد نعت خواں ہے جو نعت گوئی کی طرف کسی خارجی دباؤ تحریک یا ماحولیاتی اثر کے تحت نہیں آیا بلکہ اپنی داخلی بے چینی کے باعث وارد ہوا ہے" صبیح رحمانی ان خوش نصیب اور تازہ دم اہل سخن میں سے ہیں جو خوش فکر بھی ہیں اور خوش ادا بھی مگر ان کی فکر اور ان کی آواز کو جادہ رحمت نے اس نورانی بستی کا بنجارہ بنا دیا ہے جہاں فرشتے بھی باادب ہو کر اذن حضوری طلب کرتے ہیں۔ اور اگر یہ مان لیا جائے تو بے جا نہیں ہو گا کہ داخلی بے چینیوں کی اسی ادائے عاشقانہ کا معجزہ ہے کہ "نعت رنگ" کے ادبی روپ میں جناب صبیح رحمانی نعت کے فروغ و اشاعت کا باقاعدہ ایک سہ ماہی مجلاتی سلسلہ پاک آغاز کرنے کی علمی سعادت بھی حاصل کر چکے ہیں۔ "نعت رنگ" نعتیہ ادب کا وہ کتابی سلسلہ ہے جس کے اب تک اگرچہ چند شمارے ہی منظر عام پر آئے ہیں مگر معیار مواد پیش کش اور ترتیب و تہذیب کے اعتبار سے نعت کے

یادگاری نمبر کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ نعت کے ان ضخیم شماروں میں متفرق نعت گو شعراء کے سرمایہ سخن کی یکجائی کے ساتھ ساتھ تحقیق، تنقید، تاریخ، سوانح، منظوم تراجم، خاکوں اور نعتیہ شعری مجموعوں پر بصیرت افروز تجزیوں کی بامعنی اور وقیع موجودگی نے انہیں نعتیہ تاریخ کا ایک اہم حوالہ بنا دیا ہے۔

جب ہم ان کے نعتیہ مجموعے "خوابوں میں سنہری جالی ہے" کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس خوبصورت نعتیہ انتخاب میں اسلوبیاتی انفرادیت وارفتگی عقیدت کی جملہ کیفیات کے ساتھ عکس ریز ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ متذکرہ مجموعہ کلام ہیئتی اعتبار سے بھی نعتیہ شعری رویوں کی نئی روایت کا ایک مضبوط حوالہ بنا دکھائی دیتا ہے۔ مخصوص استعاراتی نظام، موضوعاتی وسعت علامات کے بھرپور استعمال، تراکیب کی جدت طرازی اور تمثال کاری کے اچھوتے نمونوں نے جناب صبیح رحمانی کے نعتیہ کلام کو اردو کی نئی نعتیہ شاعری میں ایک طرح کی امتیازی حیثیت عطا کر دی ہے۔ زمین کے انتخاب، بحر کے تعین، الفاظ کے چناؤ اور صوت و آہنگ کے شعوری مگر فن کارانہ التزام نے ان کے اس شعری سرمائے کو فنی سلیقہ مندی کی خوش آئند منزلوں سے آشنا کر دیا ہے۔ انہیں پڑھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ جیسے دربار رسالت مآب میں حاضری کے دن مقدس لمحوں میں وفور جذبات و عقیدت میں ان کے قلب و نظر، روح کی ساری بے تابیوں اور بے قراریوں کے ساتھ لفظ و خیال کی منزہ لو پر زندہ ہو گئے ہیں۔ شعری وسیلے سے یہ حیات بخش اجالے ہر کس و ناکس کا مقدر نہیں ہوتے۔ ان کے ہاں ہیئتی تجربوں کی موجودگی جہاں ان کی فنی ریاضت کا ثمر لگتی ہے وہاں نعت ایسے مقدس شعری سفر سے ان کے خصوصی قلبی و روحانی لگاؤ کا مظہر بھی دکھائی دیتی ہے۔

نعت گو ہونے کے ساتھ ساتھ نعت خواں ہونے کا یہ فطری اعجاز ہے کہ وہ نعت لکھتے وقت لوازمات نعت اور آداب نعت۔۔ ہر دو کی فکری و فنی پاسداری کا ادراک رکھتے ہیں غزل کے اسلوب میں ثناخوانی مصطفےٰ کے علاوہ شعری تلازمات کی آزادانہ رو کی صورت میں بھی ان کے لہجے کی ترنم خیزیوں نے رفعت خیال کی ہمدمی میں شعریت کی کومل سطح قرار رکھی ہے۔ یہ نعتیہ کلام ایک ایسے سچے اور سچے عاشق رسول کی روح سے پھوٹتی ہوئی عقیدت کو ظاہر کرتی ہے جس کا ایمان ہے کہ اگر ساری بستیوں میں نعت کی صدائیں اترنے لگیں تو ارض وطن پر نور کی بارش ہو جائے۔

جس شخص کے طاق جاں میں آپ کی نعت کے چراغ جل رہے ہیں اسے خوف تیرگی ہو ہی نہیں سکتا۔ قریہ نور میں قدم آجانے سے سارے اندھیرے کافور ہو جاتے ہیں اور طیبہ کے راہی کا تقدیر کبھی ہنس کر استقبال کرتی ہے۔ جو ایک بار آپؐ کے در فیض رساں تک رسائی حاصل کر لیتا ہے وہ اپنے کاسہ جاں میں نور کی خیرات لے کر لوٹتا ہے۔

آپ کی ہستی پاک ہی وجہ تخلیق کون و مکاں ہے جسے خلق کر کے دست قدرت خود نازاں ہے

جسے حق نے سربلند کیا ہے۔ جس نے علم کے سورج جگا کر لفظ کی حرمت سکھائی۔ جسم و جاں پر شادمانی کے سارے موسم اتارے اور خوشبو کے لہجے میں گفتگو کے قرینے بخشے۔ صبیح رحمانی وہ سچا عاشق احمد مجتبیٰ ہے جو رہ حیات کے تپتے ہوئے صحرا میں آپؐ اور کاسۂ فن کو طیبہ کی خیرات کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے اور آپ کی غلامی کو متاعِ زندگی شمار کرتا ہے۔ ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' سے یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو ہمارے مطالعاتی تجزیے کی صداقت وا شگاف کرتی ہیں۔

کرتے ہیں تیری ثنا خوانی!
سوچتی دھرتی بولتا پانی

مرے طاقِ جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں!
مجھے خوفِ تیرگی کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

مِنا دل سے نم زاد سفر آہستہ آہستہ!
تصور میں چلا طیبہ نگر آہستہ آہستہ

زباں کو تاب گویائی نہیں رہتی مدینے میں!
صدا دیتی ہے لیکن چشمِ تر آہستہ آہستہ

حرا کے سوچتے لمحوں کو زندہ ساعتیں لکھ کر!
صفا کی گفتگو کو آبشارِ آگہی لکھوں

؎ کھویا کھویا ہے دل ہونٹ چپ آنکھ نم، ہیں مواجہ پہ ہم
روبرو ان کے لایا ہے ان کا کرم، ہیں مواجہ پہ ہم

؎ گنبدِ سبز کو چوما تو نظر نہ پایا!
حق شناسی کا ثمر، دیدہ وری کا موسم

؎ جب ہوا درپیش مدحِ مصطفےٰ کا معرکہ
ذہن کے میدان میں لفظوں کا لشکر جاگا

؎ نظر آتے ہیں پھول سب کے سب!
حرف نعت رسولؐ سب کے سب

؎ مہر و ماہ و نجوم، کا کہکشاں!
پائے اقدس کی دھول سب کے سب

صاحبانِ فکر و نظر ہی نہیں ایک عام دینی سوچ کا حامل شخص بھی خواہ اس کا تعلق کسی بھی خطے، زبان، نسل، رنگ اور گروہ سے ہو، جناب صبیح رحمانی کو اپنی آنکھوں میں ہمیشہ جگہ دیتا رہے گا اور ان کی راہوں میں اپنی پلکیں بچھاتا رہے گا کہ انہوں نے اپنی تخلیقی توانائیوں کو تا دم زیست مدحت تخلیق کون و مکاںؐ کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

ان کے زیرِ نظر نعتیہ انتخاب ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' میں اس کی واضح تخلیقی شہادت نہایت خوب صورتی سے شعری قالب میں تصویر ہوئی ہے۔

صبیح کہتے ہیں

فرشتوں نے مری لوحِ عمل پر روشنی رکھ دی
ثنا خوانِ محمدؐ لکھ دیا اول سے آخر تک

ریاض حسین چودھری کے مجموعہ ہائے نعت

اولین نعتیہ مجموعہ	دوسرا نعتیہ مجموعہ	تیسرا نعتیہ مجموعہ
زرِ معتبر	**رزقِ ثنا**	**تمنائے حضوری**
دوسرا ایڈیشن، قیمت ۱۸۰ روپے	صدارتی وصوبائی ایوارڈز یافتہ دوسرا ایڈیشن، قیمت ۱۳۰ روپے	بیسویں صدی کی آخری طویل نعتیہ نظم قیمت ۱۰۰ روپے

خزینۂ علم و ادب
الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

کنٹراسٹ پرنٹرز اینڈ پبلشرز
قذافی مارکیٹ اُردو بازار لاہور

پروفیسر محسن حسیب (کراچی)

"صبیح رحمانی کی نعت گوئی"

دور حاضر میں کثیر تعداد میں نعت گو شعراء بڑی آب و تاب اور محبت و عقیدت سے مدحت رسول ﷺ میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ انہیں خوش نصیب و خوش فکر شاعروں میں ایک نام "صبیح رحمانی" کا بھی ہے۔ ثنا گویان محمد ﷺ میں انہوں نے بڑی تیزی سے اور بہت جلد وہ مقام بنالیا ہے۔ جسے حاصل کرنے کی آرزو ہر نعت گو کے دل میں موجزن رہتی ہے۔ اسے عطائے رسول ﷺ ہی کہا جاسکتا ہے کہ اس پر آشوب اور پر معاصی دور میں کوئی شخص اپنی زندگی کو اس رنگ میں ڈھالنے میں کامیاب ہو جائے جو اس کی تخلیق کا منتہا اور مقصود ہے۔

صبیح رحمانی ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ ایک اچھے نعت گو ہونے کے ساتھ ساتھ نثر نگاری کے میدان میں بھی اپنا لوہا منوا رہے ہیں۔ وہ ایک رچے ہوئے تنقیدی شعور کے مالک ہیں۔ اس کے علاوہ نشر و اشاعت کے کام میں بھی بڑی تن دہی کے ساتھ مصروف ہیں جس کا ثبوت ان کا مجلّہ "نعت رنگ" ہے۔ جو نعتیہ شاعری کے حوالے سے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے خلوص نیت کا فیضان ہی کہا جاسکتا ہے کہ ان کے رفقائے کار بھی اسی جذبے سے سرشار ہیں۔ بقول شاعر۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

صبیح رحمانی ایک قادر الکلام شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنی اکثر نعتیں غزل کی شکل میں کہی ہیں۔ لیکن انہوں نے جدید اصناف شاعری مثلاً سانیٹ، نظم، آزاد نظم اور ہائیکو میں بھی نعت رسول مقبول ﷺ کہنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ نعتیہ شاعری کے حوالے سے صبیح رحمانی کا مطالعہ کافی وسیع نظر آتا ہے۔ انہوں نے اپنے پیش رو شعراء کی بیشتر غلطیوں سے احتراز کی شعوری کوشش کی ہے۔ مثلاً قدما نے اکثر رسول اقدس ﷺ کو تم، تیرا، تو جیسے عنوانات سے مخاطب کیا ہے جو سوء ادب کے زمرے میں آتا ہے۔ بقول پروفیسر افضال احمد انور

بلائیں آپ کو "تو" "تم" سے کب مناسب ہے
ادب کے لفظ ہی لائیں تو نعت ہوتی ہے

بعض شعراء نے رسالت مآب ﷺ کی شکل و صورت کی تعریف کے لیے وہ پیرایہ بیان اختیار کیا ہے کہ اگر وہ شعر، نعت کے حوالے سے ہٹ کر دیکھا جائے تو محبوب مجازی کے بارے میں اظہار خیال نظر آتا ہے۔ نعت کہنا پل صراط پر چلنے کے مترادف ہے۔ یہ صرف قلب و نظر کی یکجائی اور حب رسول ﷺ کی بنا پر ہی ممکن ہے کہ آدمی حد اعتدال میں رہے۔ صبیح رحمانی کا نعتیہ کلام اسی احتیاط و دقت نظر کی غمازی کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا محور و مقصد مدحت رسول ﷺ کو قرار دیا ہے اور جگہ جگہ اسی بات کو فخریہ بیان کیا ہے کہ وہ وقف ثنائے رسول ﷺ ہیں۔ مثلاً۔

ثنائے سرور دیں کے لیے ہوں وقف صبیح
خوشا کہ جادۂ رحمت پہ گامزن ہے قلم
قلم کی پیاس بجھتی ہی نہیں مدح محمدؐ میں
میں کن لفظوں میں اپنا اعتراف تشنگی لکھوں

صبیح رحمانی روایتی نعت گو ہی نہیں ہیں، بطور شاعر بھی فن کی باریکیوں سے آگاہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ جب بھی مدحت رسول ﷺ کو شاعری کے سانچے میں ڈھالا جائے گا، تو جہاں ناقدین جذبے، احساس اور عقیدت کو پرکھیں گے وہیں یہ بات بھی جانچی جائے گی کہ شاعر نے اپنی بات کہنے کے لئے کون سے فنی محاسن استعمال کیے ہیں۔ یا فن کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا ہے یا نہیں۔ اس روشنی میں اگر صبیح رحمانی کے نعتیہ کلام کو نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو یہ بات اجاگر ہوتی ہے کہ انہوں نے نعت کو جس صنف شاعری میں منتقل کیا ہے، اس صنف کو بڑی مہارت و چابک دستی سے برتا ہے۔ مثلاً ان کی نعتوں میں دلکش تشبیہات و تلمیحات نظر آتی ہیں۔

فرشتوں نے مری لوح عمل پر روشنی رکھ دی
ثناخوان محمد لکھ دیا اول سے آخر تک
جب ہوا درپیش مدح مصطفیٰ کا معرکہ
ذہن کے میدان میں لفظوں کا لشکر جاگ اٹھا

خاص طور پر ایک تشبیہ جو صبیح رحمانی نے اپنی نعت کے مقطع میں استعمال کی ہے تازہ کاری و ندرت خیال کی بہترین مثال کہی جاسکتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

صبیح ان کی ثنا اور تو کہ جیسے برف کی کشتی
کرے سورج کی جانب طے سفر آہستہ آہستہ

اسی طرح تلمیحات کے ذیل میں چند دلکش اشعار ملاحظہ ہوں۔

حرا کے سوچتے لمحوں کو زندہ ساعتیں لکھ کر
صفا کی گفتگو کو آبشار آگہی لکھوں
منزل قرب خدا میں وہؐ وہاں تک پہنچے
فاصلے گھٹ کے جہاں دو ہی کماں تک پہنچے

جس دل میں عشق رسول ﷺ ہوگا، اسی دل میں جنت ارضی یعنی مدینۃ النبی ﷺ کی محبت بھی یقیناً موجزن ہوگی۔ ہر نعت گو نے دیار حبیب ﷺ کو اپنی والہانہ محبت کا مرکز و محور بنایا ہے اور ان گلیوں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ سمجھا ہے جہاں رسول اکرم ﷺ نے اپنے پائے مبارک کے نورانی نقوش ثبت کیے ہیں۔ صبیح رحمانی کے یہاں بھی یہ جذبہ اپنی پوری شدت کے ساتھ موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔

روشنی گنبد خضراء کی ملی جنت میں
شہر طیبہ ترے انوار کہاں تک پہنچے
گنبد سبز کو چوما تو نظر نے پایا
حق شناسی کا ثمر دیدہ وری کا موسم

صبیح رحمانی نے جہاں حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ سے عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے وہیں آپ ﷺ کی زندگی کے عملی پہلو یعنی اسوۂ رسول ﷺ کو بھی نظم کیا ہے اور تمام دکھوں اور پریشانیوں کا حل آپ ﷺ کی ذات اقدس کو قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ دنیا میں امن و خوش حالی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب اسوۂ رسول ﷺ پر عمل کیا جائے، بصورت دیگر نجات کا کوئی اور راستہ نہیں۔ فرمایا۔

جنہیں امی لقب کہہ کر زمانہ یاد کرتا ہے
وہی ہیں حامل علم خدا اول سے آخر تک
آپؐ کے فلسفے کے بعد حضورؐ
فلسفے ہیں فضول سب کے سب

رسول اکرم ﷺ ہادی برحق، رہبر و رہنما، خاتم النبین و ختم المرسلین ہیں۔ وہ چراغ ہدایت ہیں۔ ہمیں واضح طور پر ہدایت کی گئی ہے کہ ہم اپنی زندگی میں اسوہ رسول ﷺ کی پیروی کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سچ فرمایا ہے کہ رسول کریم ﷺ قرآن مجید کی عملی تفسیر ہیں۔ آپ ﷺ کے اخلاق

کریمانہ قرآن ہیں۔ بقول علامہ اقبال۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

ہمارے تمام مسائل کا حل اتباع رسول ﷺ میں ہے۔ صبیح رحمانی نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

نکل آئیں گے حل سب مسئلوں کے چند لمحوں میں
حیات مصطفیٰؐ کو سوچنا اول سے آخر تک

صبیح رحمانی کے نعتیہ کلام کا ہر شعر عظمت رسول ﷺ کا آئینہ دار ہے۔ شاعر کا والہانہ انداز قاری کو بے اختیار سبحان اللہ کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ان کا یہ شعر وجد کی کیفیت لیے ہوئے ہے۔

کسی وہم نے صدا دی، کوئی آپؐ کا مماثل
تو یقین پکار اٹھا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

ان کا یہ شعر پڑھ کر ایک اور مشہور معروف شعر ذہن کی سطح پر ابھرتا ہے۔

رخ مصطفیٰؐ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں، نہ دکان آئینہ ساز میں

صبیح رحمانی نعت کے میدان میں جو کاوشیں کر رہے ہیں۔ یقین ہے کہ ایک دن وہ انہیں دور حاضر کا بہت بڑا نعت گو بنا دے گی۔ اور ایسا اس لیے ہوگا کہ ان کے قلب و نظر میں جمال مصطفیٰ ﷺ سمایا ہوا ہے۔ ذکر رسول ﷺ ان کی زندگی کا اصل سرمایہ ہے۔

زیست کے تپتے ہوئے صحرا میں ہے وجہ سکوں
ان کی یاد، ان کی تمنا، ان کی سیرت کا گلاب

معروف نعت شناس ادیب رائے پوری کی ایک اور اہم کتاب

نعتیہ ادب میں تنقید و مشکلات تنقید

جلد شائع ہو رہی ہے

ناشر: مدحت پبلشرز، اے۔ ۸۳۷، بلاک ایچ شمالی، ناظم آباد، کراچی

"نعت رنگ" اور صبیح رحمانی

دنیا میں بولی اور سمجھی جانے والی زندہ زبانوں میں سے کونسی ایسی زبان ہے جس نے اپنے زندہ رہنے کی سند سرکارِ دوعالم ﷺ کو ثنا کی صورت میں نہیں دی، مسلمین تو آپ ﷺ کی تعریف کو اپنی عقیدت و محبت کا اظہار، خود کے لیے وجہ آسودگی، طمانیت، اور وجہ نجات سمجھتے ہی ہیں، مگر یہاں تو عالم یہ ہے کہ دوعالم کے سرکار ﷺ کی تعریف و توصیف میں غیر مسلم بھی رطب اللسان ہیں۔ اور اس خشوع و خضوع، عقیدت و احترام کے ساتھ کہ گویا یہ بھی ان کے ایمان کا حصّہ اور یقین کی علامت ہو، یہ سب اللہ رب العزت کا کرشمہ ہی تو ہے کہ اُس نے منکرین و مشرکین سے بھی سرکار ﷺ کی افضلیت، حقانیت اور جامعیت کی تعریف کو ممکن بنادیا۔ اس لیے کہ اللہ پاک نے اپنے محبوب کے ذکر کو خود بلند فرمایا، بے شمار اسمائے اوصاف سے یاد فرمایا، صرف آپ کی ذات والا صفات ہے جنھیں اللہ پاک نے اپنے اسماء سے بھی یاد فرمایا، کہیں رحیم کہا، کریم کہا اور کہیں رؤف، نور اور متین کہا۔ اذان، نماز، خطبہ، کلمہ، درود، سلام، وضو ہر ہر مقام پر اللہ نے آپ ﷺ کے نامِ مبارک کو اپنے نام مقدس اور ذکرِ اقدس کے ساتھ ساتھ رکھا، بقول جامیؔ:

دور علم روز و شب در گفتگو یش
ہمہ قرآں در شانِ محمد ﷺ

جب ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ حضورِ انور ﷺ کی تعریف رب العالمین کا بھی شغل رہا ہے، تو پھر نعت نگاروں کے لیے انوار احمد زئی صاحب کا یہ جملہ کتنا سچا معلوم ہوتا ہے۔ "کوئی کام اگر ایسا ہے جس میں عبد، اپنے معبود کا ہم شغل ہو جائے، مشغلۂ نعت گوئی ہے"۔

چوں کہ صبیح رحمانی کا مشغلہ بھی "نعت گوئی" ہے تو پھر اس شغل کی فضلیت، برکت، رحمت اور فضلیت کا اندازہ کرنا کتنا مشکل ہے کہ اللہ پاک نے صبیح کو اپنا ہم شغل بنالیا، بقول سعدیؔ:

اِس سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اور پھر رحمت کی اِس بارش سے سرفراز و مشرف ہونے والے صبیح رحمانی پر رشک کیوں نہ کیا جائے کہ موزوں طبع ہونے کے باوجود صبیح نے قصیدہ لکھا تو صرف حضورِ انور ﷺ کا، قصیدہ پڑھا تو صرف حضور

ﷺ کا اور اس عزم وارادے کے ساتھ:

میں ہوں وقفِ نعت گوئی کسی اور کا قصیدہ
میری شاعری کا حصّہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

مبدءِ فیض نے لحنِ داؤدی کے خزانے سے بھی خوب دولت عطا کی، پھر جب تصنیف و تحقیق کے میدان میں قدم رکھا تو بھی حضورِ انور ﷺ ہی کے قصائد کو مجتمع کیا اور اس پر تحقیقی کام سرانجام دیا "نعت رنگ" کیا ہے، حضورِ پُرنور ﷺ کے قصائد کے رنگوں کی کہکشاں ہی تو ہے۔ اِس رسالے کی سیرت کے کیا کہنے یہ تو ہے ہی سیرتِ پاک پر، صوری اعتبار سے بھی اس قدر جمال آفریں اور سحر انگیں ہے کی مثال مشکل ہے۔ یہ تو جمال ہی جمال ہے اور جمال کی مثال ملنا، کمال ہوتا ہے بلکہ محال ہوتا ہے۔

گویا صبیح نے جب نعت لکھی تو عقیدت کا رنگ، جب نعت پڑھی تو سرشاری کا رنگ، جب نعت کے ارتقا و رجحان سے مُرصع پرچہ نکالا تو ہمہ صفت، ہمہ رنگ "نعت رنگ"۔ یہ عظمت، شہرت، مقبولیت اور وقار جو آج "نعت رنگ" کو اس کمسنی اور کم عمری میں حاصل ہے یہ بجائے خود ایک تاریخ ہے۔ اور میں پورے ایمان سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ رسالہ سرکارِ دوعالمؐ کو بھی پسند ہے۔ جب آپ ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ سے یہ فرماتے ہیں کہ حسان نعت کے شعر سناؤ، تو اگر آپ ﷺ نعت رنگ کو بھی پسند فرماتے ہوں تو عجب کیا؟ اِس اعتبار سے قدرت بھی اِس پر مہربان ہو تو تعجب کیسا، میں یہاں ایک ایسی ہی بات کرنے جارہا ہوں جس کے بعد ممکن ہے میری متذکرہ بات سے پڑھنے والوں اور سننے والوں کو اختلاف نہ رہے۔

"نعت رنگ" کا پہلا شمارہ شائع ہوتا ہے، اس کا مرتب و منتظم صبیح، سجدۂ شکر بجالاتا ہے، سرشاری اور کیف کے عالم میں، عقیدت اور وجد کی کیفیت میں، یہ عبارت، اشارت یاد آکیا پسند آئی...... کہ صبیح کے لیے حاضری کا پیغام آتا ہے، اِدھر صبیح لبیک کی صدائیں بلند کرتا ہے۔ وہ "خوابوں میں سنہری جالیاں" اب جاگتی اور چھلکتی آنکھوں کے سامنے تھیں۔ صبیح حضورِ انور ﷺ کے حضور اپنا تحفہ پیش کرتا ہے، اور ہاتھ جوڑ کر کہتا ہے، حضورِ پُرنور ﷺ، احترام، عقیدت، عشق اور نسبت کے پھولوں سے تعریفِ صدیقِ زماں اور توصیفِ امینِ داماں کا یہ ہار پرولایا ہوں۔ پھر استدعا کرتا ہے۔ "حضورِ انور ﷺ یہ نعت رنگ کا پہلا شمارہ ہے۔ میرے ہزار دل ہوں تصدق حضورؐ پر، یہ قبول فرمالیں"۔ استدعا کے بعد مدعا یہ بھی بیان ہوتا ہے۔ "میں نہیں جانتا اس کا مستقبل کیا ہے، اس کے فرد افروزاں ہے یا نہیں، اگر یہ میرے جذبات کا ترجماں، اساسِ ایماں، اور تعریفِ آخرالزماں کا باعث بنے تو اس کی اشاعت کو ممکن، اور اس کو مسندِ مقبولیت پر متمکن فرمائیے، بے شک آپؐ ہی بہتر جانتے ہیں، اگر یہ رسالہ مستقبل میں کبھی ہمارے عقیدت اور ہمارے عقائد

کو پامال کرے یا اس کے ذریعے انتشار کا کوئی امکان ہے تو سرکارِ عالمؐ میری استدعا ہے اس کا دوسرا شمارہ شائع نہ ہو یہ فیصلہ آپؐ ہی فرمایئے اس کو جاری رہنا چاہیے یا نہیں اگرچہ میری کوشش و کاوش تو یہ ہے:

ایک ایک گام پہ روشن کروں مدحت کے چراغ
نعت کی روشنی پھیلاؤں جہاں تک پہنچے!

صبیحؔ تو فیصلہ سرکارؐ پر چھوڑ آیا...... آج!! "نعت رنگ" کے آٹھ شمارے (بشمول حمد نمبر) شائع ہو چکے ہیں۔ نعت کا حوالہ معتبر، رسالے کا سفر فزوں تر، کیا لکھوں کہ ای خامۂ کم تر، آں دفتر کا دفتر۔ گویا سرکارؐ کی رضا مل گئی، فیصلہ ہوا، اشاعتِ مسلسل کا انتظام، اور تدوین معتبر کا التزام ہر مشکل آسان، ہر منزل قریب، مرتب بھی مطمئن و مقبول، رسالہ بھی ممتاز و ممیز...... تب صبیحؔ نے کہا:

ہم کو بھی صبیحؔ اُس درِ رحمت نے نوازا
جس در سے ہوئے صاحبِ دستار بہت سے

اور اُس کے بعد سے یہ عاشق تقریباً ہر شمارہ لے کر حضورؐ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے شرف سے متمتع رہا۔ بھلا ایسے عاشق کو فتح یاب کیوں نہ کہا جائے گا بعض لوگ کامیابی کو ترستے ہیں، اور بعض جگہ کامیابی کسی مجنوں صفت کی راہ میں آنکھیں لگائے، بلکہ بچھائے کھڑی رہتی ہے، صبیحؔ ایسے ہی خوش بختوں میں سے ایک ہے۔

میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے یہاں صبیحؔ کی سحر آفریں اور وجد آور نعتوں پر بات نہیں کی کہ یہ اہلِ علم، کا منصب ہے، اور میرا قلم اتنا معتبر اور روشن کہاں کہ حق ادا کر سکے، یہاں یہ بات بھی دامن گیر ہے کہ "مشک کو کسی عطار کی ضرورت نہیں ہوتی، اس لیے میں نے صرف ایک واقعہ سے صبیحؔ کے عشق کی ترجمانی کرنا چاہی ہے۔ اصل چیز عشق ہی تو ہے، جو کارِ فرہاد کو آساں اور شیریں سخن کو اطمینان و امتحان کی دولت سے سرفراز کر دیتا ہے۔ یہ عشق ہی تو ہے

خاک پائے شاہؐ کو سرمہ بنا لیتا ہوں میں
میری آنکھوں میں کبھی ہوتی ہے جب کم روشنی

اردو بک ریویو

مدیر: جاوید اختر، مدیر مسئول: عارف اقبال

رابطہ: ۱۷۳۹/۳، نیو کوہ نور ہوٹل، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

آفتاب کریمی (کراچی)

صبیح رحمانی کا فنِ نعت گوئی

حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے لئے اس کی اپنی ہستی، والدین، بیوی بچے، مال و زر الغرض ہر چیز سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں"

اس حدیث پاک میں وہ معیار بیان فرمایا گیا ہے جس کو اپنا کر کوئی مسلمان مومنین کے زمرے میں شامل ہو سکتا ہے۔ جب حضور پاک ﷺ کو ہر شئے سے زیادہ عزیز رکھنا ہی مومن کی پہچان ہے تو پھر فکر و سوچ اور شعر و سخن اس سے کب خارج ہو سکتے ہیں۔ جس طرح حضور پاک ﷺ کی محبت کے بغیر مسلمان مومن نہیں ہو سکتا اس طرح حضور پاک ﷺ کی شان والا سیرت و کردار اور ثنا بیان کئے بغیر کوئی صاحب قلم ادیب و شاعر نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ کی سیرت اور کردار اور ثنا کے بغیر نہ مسلمانوں کا ادب مکمل ہے نہ کوئی مسلمان ادیب و شاعر۔ لوگوں کے اذہان پر ابلیس لعین نے یہ سما دیا ہے کہ ادب اور چیز ہے اور ثنائے رسول ﷺ اور۔ اگر ایسا مانا جائے تو ادب کو علم کے دائرہ سے خارج کرنا پڑے گا اس لئے کہ شہر علم وہی عظیم ہستی ہے جس کی ثنا کو جس کے ذکر کو چند نام نہاد اہل قلم ادب سے خارج قرار دیتے ہیں تو پھر وہ شہر علم میں داخل کیسے ہوں گے، منبع علم سے علم کیسے حاصل کریں گے۔

ہم خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ان لوگوں کو جنہوں نے ثنائے رسول مقبول ﷺ کو ادب کا حصہ قرار دیا ہے جبکہ ہم ثنائے مصطفی ﷺ کو اسلامی ادب کی بنیاد قرار دیتے ہیں خواہ نثر کی صورت میں ہو یا نظم کے دلکش اشعار میں۔ اسی لئے ہم اصناف ادب میں نعت گوئی کو اہم ترین سمجھتے ہیں۔

اللہ کی حمد و ثنا کے بعد رسول مقبول ﷺ کی ثنا کو ہر ذی عقل انسان نے تسلیم کیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ نعت رسول مقبول ﷺ کو ادب سے خارج سمجھا جائے یا اس کو وہ مقام نہ دیا جائے جس کی نعت گوئی مستحق ہے۔ اور نعت گو شعراء کو وہ مقام کیوں نہ دیا جائے جو کسی بھی بڑے سے بڑے غزل گو شاعر کو حاصل ہے۔ ہمارے خیال میں ہر نعت گو بڑے سے بڑے غزل گو کے یا تو برابر ہے یا اس سے بلند مقام پر فائز! انہی بلند مقام شعراء میں سید صبیح الدین صبیح رحمانی کا شمار ہوتا ہے صبیح ہم سے عمر میں بہت کم بلکہ ہماری اولاد کے برابر ہیں اس کے باوجود ہم ان کا نام بہت عزت و احترام سے لیتے ہیں اس لئے کہ ان کی نعتیہ شاعری

دربار رسالت مآب ﷺ میں مقبول و منظور ہے اس لئے کہ ایک سچے عاشق نبی ﷺ کی حیثیت سے انہوں نے عقیدت کے پھولوں سے سچائی کی ڈوری میں ایسے ایسے ہار پروئے ہیں جس کی مثال نہیں ملتی مثلاً

کوئی مثل مصطفیٰ کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا
مرے طاق جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

کسقدر خوبصورت انداز میں مقام مصطفیٰ ﷺ بیان کیا ہے اور ساتھ ہی آپ ﷺ سے نسبت کا اظہار بھی۔

صبیح رحمانی کی خوبصورت تمنائیں ان کے کلام میں وہ کمال پیدا کر رہی ہیں جو ہمارے لئے درس کی حیثیت رکھتا ہے کہ نعت کہنی ہو تو اس طرح کہی جائے کہتے ہیں۔

قلم خوشبو کا ہو اور اس سے دل پر روشنی لکھوں
مجھے توفیق دے یارب کہ میں نعت نبیؐ لکھوں
تمنا ہے کہ ہو وہ نام نامی آپؐ کا آقا
میں جو لفظ آخری بولوں میں جو لفظ آخری لکھوں

اس کے ساتھ ساتھ حاضری اور حضوری کی خواہش

حضورؐ! ایسا کوئی انتظام ہو جائے
سلام کے لئے حاضر غلام ہو جائے

اس نعت شریف کے بعد صبیح رحمانی کو اذن حضوری حاصل ہوا یہ مقبولیت نہیں تو اور کیا ہے۔ مقبولیت بھی ایسی کہ جس کسی نے اس نعت شریف کو دل کی گہرائی سے پڑھا اس کو بھی اذن حضوری حاصل ہوا۔ ہم نے بارہا مختلف محفلوں میں اس کی قبولیت کے بارے میں سنا ہے کہ فلاں کو اذن حضوری مل گیا، فلاں کو استطاعت نہ ہونے کے باوجود سفر کا انتظام ہو گیا اور وہ زیارت سے مشرف ہوا عالمی شہرت یافتہ مشہور نعت خواں قاری وحید ظفر قاسمی نے کئی محافل میں خود بتایا ہے کہ اس نعت کو بکثرت پڑھتے رہنے کی وجہ سے ان کو پندرہ مرتبہ زیارت مصطفیٰ ﷺ کا شرف حاصل ہوا، ہم تو یہ کہتے ہیں جس شاعر کی نعت دربار رسالت مآب ﷺ میں مقبول ہو وہ شاعر بھی دربار رسالت مآب ﷺ میں مقبول ہے اور جس کا کلام بارگاہ رسالت میں مقبول ہو جائے تو اس کے دل سے یہی نکلتا ہے۔

فرشتوں نے مری لوح عمل پر روشنی رکھ دی
ثناخوان محمدؐ لکھ دیا اول سے آخر تک
ملی ہے کاسۂ فن کو مرے خیرات طیبہ سے
مرا دیوان ہے انؐ کی عطا اول سے آخر تک

صبیح رحمانی نے مدح رسول ﷺ کو وظیفہ حیات بنالیا ہے نتیجتاً ان کا یقین پختگی کی اس منزل پر پہنچ چکا ہے جہاں وسوسوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جہاں وہم و گمان کی دال نہیں گلتی اور ایسا ہو بھی تو کیسے کہ یقین کامل ان کا راہبر بن گیا ہے۔

کسی وہم نے صدا دی کوئی آپؐ کا مماثل
تو یقین پکار اٹھا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

اور یہی یقین ان کو سیرت طیبہ سے ہر مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

نکل آئیں گے حل سب مسئلوں کے چند لمحوں میں
حیات طیبہ کو سوچنا اول سے آخر تک

صبیح رحمانی کے قلب و جگر سے نعت کے شگوفے کس طرح پھوٹتے ہیں اس کا اندازہ اس شعر سے لگایا جاسکتا ہے۔

کہاں ہم اور کہاں مدحت رسولؐ صبیح
اک ارتعاش سا قلب و جگر میں رکھتے ہیں

اور قلب و جگر کا یہی ارتعاش جب بیش بہا گوہر مژگاں بن کر چمکتا ہے تو یہ شعر ان کی زبان پہ آتا ہے۔

میں نے اس قرینہ سے نعت شہؐ رقم کی ہے
شعر بعد میں لکھا پہلے آنکھ نم کی ہے

صبیح رحمانی نے نعت نبی ﷺ کو نہ صرف غزل کی پابندیوں کے ساتھ پیش کیا ہے بلکہ آزاد نظموں اور ہائیکو جیسی غیر ملکی صنف کو بھی نعتیہ رنگ دے کر اس کو بھی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں شرف باریابی عطا کر دی ہے۔

مثلاً
صرف مدینے میں
اور کہاں پر اگتے ہیں
سورج سینے میں

معراج سرکار ﷺ
وقت نے رک کر دیکھی ہے
انساں کی رفتار

یاد پیغمبر ﷺ
روز چراغاں کرتی ہے
میری پلکوں پر

صبیح رحمانی کی شاعری میں روایت بھی ہے اور عصر حاضر کے جدید تقاضہ بھی، عجز و انکساری بھی ہے اور یقین کی پختگی بھی، محبت و سرشاری بھی ہے اور حاضری و حضوری کی کیفیت بھی خواہش مدحت بھی ہے اور اعتراف تشنگی بھی۔ الغرض ماہ طیبہ اور "جادہ رحمت" کے بعد نعتیہ کلام کا انتخاب "خوابوں میں سنہری جالی ہے" اس بات پر دال ہیں کہ صبیح رحمانی کا ہر قدم قرب رسالت ﷺ کا باعث بن رہا ہے۔ خدا کرے کہ یہ سفر جاری رہے اور صبیح رحمانی اپنے آقا و مولیٰ حضور اکرم ﷺ کے در پاک سے غلامی کی سند پالیں۔

معروف نعت شناس ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا تنقیدی و تحقیقی مقالہ
محسن کاکوروی کی نعتیہ شاعری
شائع ہوگیا ہے
قیمت ۴۰ روپے
ناشر: رضا اسلامک اکیڈمی ۱۰۳ جسولی بریلی ۲۴۳۰۰۳ انڈیا

رضوان صدیقی

افق نعت کا روشن ستارہ۔ صبیح رحمانی

صبیح رحمانی چند سال پہلے تک ایک اجنبی نام تھا.... پھر دینی حلقوں میں "نیا نام" کہلانے لگا پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے عاشقان مصطفیٰ کے دلوں میں گھر کر لیا اور شعر و سخن سے وابستہ لوگوں کو اپنے نعتیہ اشعار سے چونکا دیا.... جو مقام ایک شاعر مدتوں بعد حاصل کرتا ہے وہ جگہ صبیح رحمانی نے مختصر عرصہ میں حاصل کرلی.... یہ بات مسلمہ ہے کہ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا شامل ہے.... مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ صبیح رحمانی نے اس کامیابی کے حصول کے لئے انتھک محنت کی ہے.... ہمارے معاشرہ میں ایسے شاعروں کی تعداد بہت کم ہے جنہوں نے اپنی شعری تخلیقی صلاحیتیں صرف اور صرف مدحت رسولؐ کے لئے وقف کی ہیں۔ اور ان میں سے ایسے شاعروں کی تعداد اور بھی کم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے لحن اور ترنم بھی عطا کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ صبیح رحمانی نعت گو اچھے ہیں یا نعت خواں۔

قیام پاکستان کے بعد بہت کم نعت خواں ایسے ہیں جنہیں مسلم حلقوں میں عالمگیر شہرت اور مقبولیت نصیب ہوئی۔ اور "نعت خوانی" کا ایسا شعبہ ہے جس میں بمشکل تمام ایک درجن خوش بخت ایسے ہیں، جنہیں ہر شہر اور محفل میں ذوق و شوق سے سنا جاتا ہے... صبیح رحمانی میرے نزدیک ایسے ہی خوش بخت لوگوں میں شامل ہیں.... پورے پاکستان کا حوالہ دیا تو فہرست طویل ہو جائے گی کراچی کی پچاس سالہ تاریخ میں مقبول ترین نعت خواں حضرت بہزاد لکھنوی، سعید ہاشمی، وحید ظفر قاسمی، صدیق اسماعیل، خورشید احمد اور ازاں بعد فصیح الدین سہروردی اور صبیح رحمانی ہیں۔ خواتین میں ام حبیبہ اور منیبہ شیخ کے بعد کوئی بڑا نام سامنے نہیں آیا۔ گو کہ سارہ معین، ناہید لاری، راحیلہ فردوس وغیرہ خوش الحانی سے نعت رسول مقبول پڑھتی ہیں۔ اب ذرا غور کیجئے زندگی کے ایک شعبہ میں 50 سالہ تاریخ کے دوران اگر کوئی نوجوان خود کو چند مقبول ترین نعت خواں حضرات میں شامل کرالے تو یہ بڑی بات ہے۔

ایک طویل مدت سے اس فقیر کو محافل نعت میں شرکت کی سعادت نصیب ہوتی ہے.... میں یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ صبیح رحمانی ہر محفل کی جان ہوتے ہیں۔ جس عقیدت اور کیف و

مستی میں ڈوب کر وہ محفل میں نعت سناتے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے اہم ترین بات یہ ہے کہ مذکورہ چند سینئر نعت خواں حضرات کی موجودگی میں انہوں نے اپنے لئے منفرد لحن تلاش کیا ہے....ان پر کسی بڑے نعت خواں کے انداز کی نقل کا مشابہ نہیں ہوتا۔انہوں نے نعت خوانی میں شاعرانہ ترنم اور روایتی نعتیہ لحن کی آمیزش کچھ اس طرح کی ہے کہ ان کا لحن دو آتشہ ماب ہو جاتا ہے....اس میں شعر سننے کا لطف بھی ہے اور نعت خوانی کی لذت بھی۔

صبیح رحمانی ایک نعت گو کی حیثیت سے بھی اپنی منفرد اور معتبر شناخت رکھتے ہیں انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار روایتی شعر گوئی سے نہیں کیا۔ جیسا کہ ہماری شاعری میں شاید کوئی بد نصیب شاعر ہو جس نے نعت نہ کہی ہو.... بہت سے ایسے شعراء کرام بھی ہیں جو غزل / نظم کے ساتھ ساتھ نعت کے حوالے سے بھی اپنی ایک شناخت رکھتے ہیں لیکن ایسے شاعر کم ہیں جنہوں نے نعت گوئی سے شہر سخن میں داخلہ اور پھر اسی حوالے سے شہر سخن میں مستقل سکونت اختیار کر لی... یہ آسان کام نہیں، شعر کہنے والا، دنیاوی دلی جذبات کا اظہار ہی چاہتا ہے.... مسائل حاضرہ بھی اسے اکساتے ہوں گے۔ داخلی اور خارجی کیفیات، سیرت طیبہ سے ہٹ کر بھی شعری تخلیقی عمل سے گزرنے کا دباؤ ڈالتے ہوں گے مگر اپنی تمام تر شعری صلاحیتیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا اور حضور اکرم ﷺ مدحت سرائی کے لئے شعری طور پر وقف کرنا بڑی سعادت کی بات ہے۔ صبیح خود کہتے ہیں۔

میں ہوں وقف نعت گوئی کسی اور کا قصیدہ
میری شاعری کا حصہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہو گا

صبیح رحمانی نے شہر سخن میں داخل ہونے کے لئے روایتی راستے کا انتخاب نہیں کیا بلکہ انہوں نے بردہ نعت کا کونا پکڑنے کے لئے نیا انداز اختیار کیا ہے.... نعت گوئی کی روایت سے کامل گریز نہیں ہے تاہم انہوں نے لفظوں کو برتنے میں نہ صرف احتیاط کی ہے بلکہ نئے طریقے وضع کئے ہیں۔ یوں تو ان کی بہت سی نعتیں مقبول اور کئی شعر زبان زد خاص وعام ہیں۔ تاہم ابھی صبیح رحمانی پر نعت کے حوالے سے بڑا شعر کہنا قرض ہے۔ ہاں وہ اس کم عمری میں ان شعراء کی فہرست میں اپنا نام شامل کرانے میں کامیاب ہو گئے ہیں.... کہ جن سے ادبی حلقے نعت کی صنف میں بڑا شعر تخلیق کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔

تأثرات

ڈاکٹر اسلم فرخی (کراچی)

صبیح رحمانی اگرچہ اردو کی نعتیہ شاعری میں ایک نئی آواز ہیں لیکن یہ نئی اور جوان آواز بڑی موثر، محتاط اور ایک ابھرتی ہوئی انفرادیت سے معمور ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اردو نعت گوئی میں بڑی وسعت اور رنگارنگی پیدا ہوئی۔ بے شمار شاعروں نے نعت گوئی کی طرف خصوصی توجہ کی اور پورے ذوق و شوق کے ساتھ اسے اپنا فن ٹھہرالیا۔ قیام پاکستان سے پہلے بھی اردو شاعری میں نعت سرور کونین ﷺ کی بڑی گراں قدر روایت موجود تھی۔ شعرائے دکن سے علامہ اقبال تک مدحت رسول ﷺ کا ایک پورا سلسلہ ہے۔ موثر، شاندار اور کیف میں ڈوبا ہوا۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد اس سلسلے کو غیر معمولی وسعت حاصل ہوئی۔ ہونا بھی یہی چاہیے تھا کہ مملکت خداداد پاکستان اسی رسول ﷺ کے پیغام کی سربلندی کے لیے وجود میں آئی تھی۔ ہر سال بے شمار نعتیہ مجموعے ملک کے گوشے گوشے سے شائع ہوتے ہیں اور عشق رسول ﷺ کی تازہ کاری اور اثر آفرینی کو نمایاں کرتے ہیں۔ نعتیہ مجموعوں کی اس فراوانی اور نعت گو شعراء کی آوازوں کی اس کثرت میں اپنی آواز کو موثر انداز سے پیش کرنا اور سلیقے سے نمایاں ہونا بڑی بات اور بڑا کام ہے۔ صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری میں یہی انداز ملتا ہے۔ انہوں نے نعت غزل کے انداز میں بھی لکھی ہے کہ نعت سرور کونین ﷺ کا سب سے مقبول اور پسندیدہ انداز یہی ہے۔ نعت سانیٹ کے انداز میں بھی لکھی ہے اور جاپانی شاعری کی مقبول صنف "ہائیکو" میں بھی مدحت سرکار دو عالم ﷺ کے پھول کھلائے ہیں۔ کوشش یہ کی ہے

کہ مروج اصناف اور تجرباتی منزلوں سے گزرنے والی صنف سبھی میں عقیدت و محبت کا اظہار کیا جائے تاکہ بیان میں وسعت اور رنگا رنگی پیدا ہو جائے۔ ہائیکو میں صبیح رحمانی کا انداز یہ ہے۔

صرف مدینے میں
اور کہاں پر اگتے ہیں
سورج سینے میں

سینے میں سورج اگنا بڑا معنی خیز اور نیا پیرایہ بیان ہے۔ اس سے صبیح رحمانی کی ندرت فکر کا احساس ہوتا ہے۔ ایک اور ہائیکو یہ ہے۔

لکھیے ان ﷺ کا نام
اجلے موسم اتریں گے
دل پر صبح و شام

دل پر صبح و شام اجلے موسموں کا اترنا بھی صبیح رحمانی کی طبع جدت پسند کا اشارہ ہے۔ صبیح رحمانی نے پابند نعتوں کے ساتھ ساتھ بعض نعتیں آزاد نظم میں بھی لکھی ہیں۔ ان نظموں میں بھی ان کا پیرایہ پر اثر انگیز اور دلکش ہے۔ "سنہرے موسم" ان کی ایک بڑی مختصر آزاد نعتیہ نظم ہے مگر اختصار کے باوجود فکر انگیز اور معنی خیز لکھتے ہیں۔

دیارِ جاں میں
سنہرے موسم اتر رہے ہیں
میں زرد لمحوں
سیاہ سایوں سے اپنا پیچھا
چھڑا چکا ہوں
پناہ میں ان کی
آچکا ہوں
میں روشنی میں
نہا چکا ہوں

کاش! یہ "سنہرے موسم" ہم سب کی زندگی میں در آئیں۔ صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری کی خصوصیت ان کا محتاط انداز بھی ہے۔ "در جنوں از خود نرفتن کار ہر دیوانہ نیست" والی بات ہے۔ عام طور سے نعت گو شعراء حفظ مراتب کا خیال نہیں کرتے۔ کیف و مستی کے عالم میں جو چاہتے ہیں کہہ جاتے ہیں مگر صبیح رحمانی جو کچھ کہتے ہیں بہت سوچ سمجھ کر کہتے ہیں اور حفظ مراتب کے تمام تر آداب کے ساتھ کہتے ہیں۔

مظفر وارثی

بڑا خوش نصیب ہے وہ شخص جو محبت رسول ﷺ سے بھی مالا مال ہے اور حرف نعت سے بھی، یہ خوش نصیبی صبیح رحمانی کو ارزانی ہوئی ہے سر سے پاؤں تک وہ اس روشنی میں ڈوبے ہوئے ہیں "نعت رنگ" ان کا منفرد اعزاز ہے دنیا انہیں بھلا سکتی ہے تاریخ ادب نہیں، عشق رسول ﷺ کے ایسے اشتہار انہوں نے وقت کی دیواروں پر لگائے ہیں جسے ہر زمانہ سرمۂ بصیرت بنائے گا صبیح رحمانی فقیر مصطفیٰ ﷺ ہے کشکول شکن فقیر، جیب عمر انا اور محبت کے سکوں سے بھری ہے، معلوم نہیں کیوں میرا جی چاہتا ہے نعت رنگ کے تیس شمارے آچکیں تو کلیات کی شکل میں انہیں یکجا کر دیا جائے صبیح رحمانی کے لئے یہ تاریخی کام مشکل نہیں اللہ کریم ان کا لمحہ لمحہ حضور ﷺ کی خوشبوؤں سے آباد رکھے۔

محسن احسان (پشاور)

صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری تازگی و شگفتگی کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے بے پناہ محبت اور والہانہ لگاؤ کا دلکش اظہار ہے انہوں نے جس خوبصورت لب و لہجہ میں نعتیں لکھی ہیں وہ قابل تحسین بھی ہیں اور لائق ستائش بھی۔

لالہ صحرائی (جہانیاں)

صبیح رحمانی کا مجموعہ نعت "خوابوں میں سنہری جالی ہے" فکر صبیح اور ذوق صبیح کا حامل ہے اور ان کے اسم گرامی سے مناسبت رکھتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف انہیں فکر و اظہار کی دلکش صباحت سے نوازا ہے بلکہ اعلیٰ جمالیاتی ذوق بھی عطا کیا ہے ایسا قرآن السعدین شاذ ہی مشاہدے میں آتا ہے۔

سرشار صدیقی (کراچی)

سچے حرف جذبے کی صداقت سے میسر آتے ہیں۔ اس کے لئے سن وسال اور مشق وریاضت کی شرط چنداں لازمی نہیں۔ البتہ جوں جوں شعور کی نشو نما، فکر کی پختگی اور اظہار کی توانائی میں اضافہ ہوتا ہے بہ تدریج فن پر گرفت بھی مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ عزیزم صبیح رحمانی ابھی کم عمر ہیں لیکن نعت کے میدان میں اپنے جذبہ صادق کے حوالے سے ان معتبر مداحان رسالت ﷺ کی صفوں میں جگہ بنا رہے ہیں جن پر سچے حرف نازل ہوتے ہیں۔

نعتیں سننا، نعتیں سنانا، نعتیں لکھنا، نعتیں پڑھنا، نعتیں جمع کرنا، نعتیں شائع کرنا، نعتوں پر گفتگو کرنا، نعتوں کی فضا میں سانس لینا، نعتوں کی سرمستی میں زندہ رہنا، نعت سوچتے ہوئے سونا اور نعت گنگناتے ہوئے بیدار ہونا، ایسی کیفیات سعادت ہیں جو کسی کسی کے نصیب کا حصہ ہوتی ہیں اور صبیح رحمانی خوش قسمت ہیں کہ انہیں یہ اسلوب حیات ان کے خلوص مدحت کی قبولیت کے صلے میں عطا ہوا ہے۔

صبیح رحمانی نے اپنے وجود خاکی میں آرام گاہ مرسل آخر ﷺ کی ایک دنیائے نور و نکہت بسا رکھی ہے، اور یہ اسی خاک پاک کا فیضان ہے کہ ان کی نعت کے سچے حرف ان کے جذبہ صادق کے گواہ بن گئے ہیں۔

مجھے ان کے بعض نعتیہ شعر پڑھتے ہوئے مدینۃ الرسول ﷺ کی خوشبو محسوس ہونے لگتی ہے اور پھر میری زبان سے داد کے ساتھ بے ساختہ درود جاری ہو جاتا ہے۔

میری دعا ہے کہ صبیح رحمانی کا یہ شغل حیات، یہ وظیفہ فن انہیں دونوں دنیاؤں میں سرخ رو کرے۔ (آمین)۔

راجا رشید محمود (لاہور)

روح کی گہرائیوں تک اتری ہوئی روشنیاں ہی نخل سخن کو قوت نمو بخشتی ہیں، اور "جادہ رحمت" میں ان روشنیوں کے ساتھ وقت نظر کا گہرا عمق بھی نظر آتا ہے۔ "جادہ رحمت" افق شعر پر پھیلے ہوئے دھندلکوں میں پیمانہ صبح کی طرح ہے۔ نوید صبح کے علمبردار صبیح رحمانی کے کلام سے بیابان امید دیدہ زیب اور نخلستان تفکر فرحت بخش لگتا ہے۔

روایت چناں ہے تو تغیر تعبیر موج۔ دونوں کی اپنی اپنی اہمیت ہے اور صبیح نے دونوں سے کام لیا ہے۔ دو لوگوں کی طرح محض غزل کا بند بچہ اٹھائے نہیں پھرتا۔ پہنائے ہیئت کی وسعت اسے راہ دیتی ہے، اور اس کی فکر کسی راہ بند نہیں۔

صبیح رحمانی کی سانس کی ڈوری نعت کے رشتے سے منسلک ہے۔ اس کی سوچ اور اس کا عمل، دونوں، اسی جادہ رحمت کے راہی ہیں۔ احتیاط کا ملبوس اور جدت افکار کا خلعت بے بدل اس کی قامت موزوں پر سجا ہوا ہے۔ وہ رحمت کی راہ پر اخلاص نیت کے حوصلے اور اخلاص عمل کے داعیے کے ساتھ چلا ہے، اسی لیے منزل ایقان تک رسائی اس کا مقدر ہے۔

صبیح رحمانی نعت سے منسوب جس شخص سے ملتا ہے، اسے اپنائیوں کے حصار میں لے لیتا ہے۔ میں اس کی شخصیت سے بھی متاثر ہوں، اس کے فن سے بھی، اور فن کے ساتھ اس کے اخلاص سے بھی۔

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی (لاہور)

صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری میں صباحت کا جو دلکش پرائیہ اظہار پاتا ہے وہ اس کے اسلوب کا نمایاں وصف ہے۔ قدرت نے اسے خوش فکر شعری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ نعت خوانی کا جو خاص جوہر عطا کیا ہے اس سے اس کے ہاں الفاظ کے انتخاب کا قرینہ اور پھر ان الفاظ میں جذبات کے بیان کا سلیقہ بطور خاص ابھر کر سامنے آتا ہے۔ وہ نہ صرف نعت گو اور نعت خوان ہی نہیں بلکہ نعت کا ایک بالغ نظر قاری اور نقاد بھی ہے۔ میں نے یہ بات محض برائے بات نہیں کہی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اکثر نعت گو مطالعہ نعت سے عاری ہوتے چلے جا رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ جو کہہ دیتے ہیں اسے ہی سند خیال کر بیٹھتے ہیں جبکہ نعت جیسی معتبر ترین صنف اظہار کے لئے جس نقد و نظر اور ریاضت کی ضرورت ہے وہ ہمارے ہاں مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ صبیح رحمانی کے ہاں نقد نعت کا یہ پہلو بڑا اہم اور نمایاں ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو نعت اور فروغ نعت میں وقف کرنا۔

میں ہوں وقف نعت گوئی کسی اور کا قصیدہ
میری شاعری کا حصہ کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

کے ساتھ ساتھ شعری مطالعہ بھی جاری رکھا ہے جس کا اظہار اس کے ہاں نعت کی مختلف ہیئتوں اور اسالیب کی ندرت کی صورت میں سامنے آتا ہے چنانچہ وہ بلاشبہ آج بھی جادہ نعت کا مسافر ہے، رہنا چاہتا ہے اور اسی جادہ نعت کو اپنے ادب کی شناخت اور ایمان وایقان کے لئے جادہ رحمت خیال کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے اس جادہ رحمت کا راہی ہمیشہ ہی کامیاب و کامران رہا ہے اور رہے گا۔

صبیح رحمانی نے یقیناً ایک مختصر عرصے میں نعت گوئی کے اعتبار سے اپنی شناخت تک پہنچنے کی کامیاب کوشش کی ہے مگر یہ کوشش اس لئے کامیابی سے ہمکنار ہوتی نظر آئی ہے کہ انہوں نے اس سفر میں اپنے آپ کو وقف کر دینے کا جذبہ بیدار رکھا ہے کیونکہ وہ اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں کہ "مدحت مصطفی ﷺ" پورے وجود کے ساتھ اپنے آپ کو گم کر دینے کا نام ہے صبیح رحمانی کے ہاں نعت کا ہر مصرعہ اسی جذبے کے ساتھ وجود پاتا ہے۔

پروفیسر عنوان چشتی

نعت رسول کا موضوع اگرچہ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ مگر اس کی گاگر میں اسلام کا ساگر موجزن نظر آتا ہے۔ اس کے موضوعات میں اسلامی افکار و اقدار، قرآن و احادیث اور تعلیم مع تعظیم رسول سب کچھ شامل ہے۔ اس لیے اردو میں یہ بات عام ہو گئی کہ نعت کہنا ایک مشکل کام ہے۔ دوسری طرف فنی طور پر نعت نگاری کے دائرے میں روایت سے تجربے، زبان سے اسلوب، اظہار سے فن تک سارے فنی لوازم کی پاسداری ضروری ہے۔ اس لیے نعت نگاری کا فن شراب دو آتشہ کی طرح ہے۔ یہ ایک سحر حلال ہے۔ جو نعت نگاروں کے سر چڑھ کر بولتا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ صبیح رحمانی صاحب نے نعت نگاری کے دونوں تقاضوں پر اپنی بساط کے مطابق نظر رکھی ہے۔

"خوابوں میں سنہری جالی ہے" کی نعتوں میں موضوع و مواد سے اظہار و اسلوب تک ایک پاکیزہ فضا چھائی ہوئی ہے۔ ایک ایسی پاکیزہ فضا کہ جس میں "دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں" کی کیفیت ہے۔ میں اس مجموعہ نعت کا دل سے خیر مقدم کرتا ہوں۔ اور یقین کرتا ہوں کہ نعتوں اور اسی نوع کی پاکیزہ شاعری کے متوالے بھی اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے"۔

خداداد مونس

صبیح رحمانی کو خدا عمر دراز عطا فرمائے کہ ان کے قلم کی خوشبو سے مشام جاں مہک اٹھا ہے۔

نعت گوئی میں ان کی ایک انفرادی حیثیت ہے۔ اب سے دو سال قبل ان کے نعتیہ کلام کا انتخاب "خوابوں میں سنہری جالی ہے" کے نام سے فضلی سنز کراچی نے شائع کیا۔ عاشقانِ رسول ﷺ نے اسے کس طرح آنکھوں سے لگایا اور دل میں اتار لیا اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ ستمبر ۱۹۹۷ء میں اشاعت اول کے بعد صرف ایک ماہ کے وقفے سے یعنی نومبر ۱۹۹۷ء میں اسے دوسری بار شائع کیا گیا اور تیسری بار اسے ۱۹۹۸ء میں تاج کمپنی دہلی نے بھی شائع کیا۔ یہ شرف قبولیت کم ہی کتابوں کو حاصل ہوا ہے اُردو شعراء نے عام طور پر نعت گوئی اظہار عقیدت کے لئے کی ہے ان میں سے جو محبت رسول ﷺ سے سرشار ہے ان کے یہاں جذبے کی تڑپ نمایاں ہوئی اور ان کے کلام کو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی مگر صبیح کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ذوق سلیم نے روایتی اسلوب انداز اور آہنگ پر اکتفا کرنا گوارا نہیں کیا۔ نعت گوئی سے قبل آتش عشق نے ان کے قلب و روح کو تڑپایا اور گرمایا وہ خودی سے بے خبر ہو کر محبوب کے جلوؤں میں گم ہوئے اور اس عالم میں

جب اپنی فنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے تو فکر، فن، تڑپ اور تاثیر کا ایک حسین امتزاج ان کی تخلیقات کا امتیاز بن گیا۔ حمد باری تعالیٰ میں بقول خود

اسی کی مدح میں لو دے رہے ہیں لفظ صبیح
سخن کا نور ہے وہ لذت بیاں وہ ہے

اسی طرح نعت گوئی انہوں نے دل سے کی ہے۔

وصف لکھنا حضور انور کا — ہے تقاضا میرے اندر کا

یا

قلم خوشبو کا ہو اور اس سے دل پر روشنی لکھوں
مجھے توفیق دے یارب کہ میں نعت نبی لکھوں

صبیح کے یہاں شراب عشق کی مستی موجود لیکن بد مستی معدوم ہے۔ انہوں نے ادب اور احتیاط کا دامن کسی مقام پر ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے وہ جانتے ہیں۔ "گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی"۔ انہوں نے حمد و نعت کے موضوعات کو پوری احتیاط کے ساتھ خلط ملط ہونے سے بچایا۔

عمر بھر میرے ساتھ ساتھ رہے — حمد رب نعت مصطفےٰ کے چراغ

صبیح رحمانی نے ایک سے ایک بحر میں شناوری کی اور ادب و عقیدت کے گہر ہائے گراں مایہ ڈھونڈ نکالے۔ انہوں نے مختلف شعری زمینوں کو آسمان پر پہنچایا۔ اس کا اندازہ ان کے انتخاب کلام کا سرسری جائزہ لینے سے ہی ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ قابل قدر بات یہ ہے کہ انہوں نے اُردو میں در آئی جدید اصناف سانیٹ اور ہائیکو کو نعتیہ شاعری کے لئے منتخب کیا اور کامیاب رہے۔

غزل ہو یا نعت پاک، شعر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جنہیں اسٹیج یا محفل میں پڑھ کر داد تحسین وصول کی جائے دوسرے وہ جو محفل میں خواہ سمجھ میں کم آئیں مگر جب تنہائی میں انہیں پڑھا جائے تو فنی باریکیاں اور معانی کی تہہ داری میں قاری گم ہو کر رہ جائے۔ صبیح صاحب کی نعت گوئی کا یہ وصف بھی قابل قدر ہے کہ ان کی لکھی ہوئی نعتیں خلوت ہو یا جلوت یکساں طور پر متاثر کرتی ہیں اور خود بہ خود زبان دل سے صل علیٰ کی صدا نکلنے لگتی ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سجاد سخن (کراچی)

میرا عقیدہ ہے کہ اگر نعتیہ شاعر باعمل ہو تو اپنے وقت کا قطب ہو سکتا ہے اور یقین کی بنیاد یہ ہے کہ سیرت رسول ﷺ کے ادراک اور مدحت رسول ﷺ تک شاعر جن فکری، تحقیقی، قلبی اور روحانی منازل سے گزرتا ہے، وہی قربِ خداوندی اور عرفانِ مصطفوی کی منازل ہوتی ہیں۔ حضرت بوصیریؒ، حسانؓ اور جامیؒ کی شاعرانہ فضیلت یہی تھی کہ وہ اپنے اظہار میں سچے اپنے کردار میں پاکیزہ اور اپنے عمل میں صالح تھے، یعنی ان کے قول و عمل میں مکمل ہم آہنگی تھی، اب سے پندرہ سال قبل تک اردو ادب میں نعتیہ شاعری کو تبرک کے طور پر اپنایا جاتا تھا لیکن ان پندرہ سال کے اندر نعتیہ شاعری نے خود کو ایک معتبر صنف سخن کے طور پر منوا لیا ہے حتیٰ کہ اب باشعور اور پاکیزہ نظر شعراء اپنے شعری مجموعوں میں نعتیہ مجموعے کی اشاعت کو اولیت دیتے ہیں اور حج اور عمرے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے مضطرب و بے قرار رہتے ہیں۔

عصر حاضر کا شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہو جس نے مدحت رسول ﷺ میں اپنی فنی و فکری صلاحیتوں کے استعمال میں بخل سے کام لیا ہو نعت میں نئے اسالیب اور جدید شعری تقاضوں کے ساتھ طبع آزمائی نے ان کج فہم اور گمراہ عناصر کو بھی نعتیہ شاعری کی عظمتوں اور فنی و فکری محاسن کا قائل کر دیا ہے جو پہلے نعت سے یوں صرف نظر کرتے تھے جیسے نعت لکھنے سے ان کی شاعری انحطاط پذیر ہو جائے گی، شاعری میں جدیدیت کا رجحان اب نعتیہ صنف سخن میں شامل ہو رہا ہے لیکن احسن پہلو یہ ہے کہ اس جدیدیت میں بھی عرفان و ایقان کا وہی جذبہ کار فرما نظر آتا ہے جو عام عاشق رسول کی شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔

صبیح رحمانی نے خود کو نعت خواں کے طور پر متعارف کرایا اور نعت گو کے طور پر تسلیم کرایا ہے، تعارف و تسلیم کرانے کے اس عمل میں بہت کم وقفہ ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صبیح رحمانی ایک کہنہ مشق شاعر اور صوفی منش انسان ہونے کے ناطے اپنے سے کہیں زیادہ کہنہ مشق شعراء پر فوقیت رکھتا ہے، قدیم و جدید شعری رویے کے ساتھ نعت کے مراتب اور حدود کو برقرار رکھنا واقعی ایک ہنر ہے۔

"جادۂ رحمت" صبیح رحمانی کے روحانی سفر نامے کی دوسری قسط ہے جسے پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ عرفان خدا سے عرفان مصطفیٰ ﷺ کی منازل طے کرتے ہوئے فکر و فن کے کن کن مراحل سے گزر کر جادۂ رحمت تک آئے ہیں اور اس راہ میں ہر اٹھتے قدم کے ساتھ کتنے روشن امکانات کا اظہار کر رہے ہیں۔ "ماہ طیبہ" کے نعتیہ آغاز مسافرت سے "جادۂ رحمت" پر گامزن ہونے تک صبیح رحمانی کا وجدان فکر اور

عرفان نظر ان کی مختلف جدید و قدیم اصناف سخن میں فنی مہارت اور شعوری پختگی کے ساتھ سینۂ قرطاس پر عقیدت کے رنگ و نور سے بھی حمدیہ اور نعتیہ شاعری کی صورت میں اہل نظر کو دعوت مطالعہ دے رہا ہے،

میری دعا ہے کہ خدا اپنے محبوب کی ثنا کے جذبے سے سرشار صبیح رحمانی کے فکری سفر کو نئی روحانی منازل سے ہمکنار کرے اور اہل ذوق کو ان سفر ناموں کی مزید قسطوں کی اشاعت سے مطالعاتی سعادت حاصل کرنے کے مواقع عطا فرمائے۔ (آمین)

سید آل احمد رضوی

نعت سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ ازل سے رواں ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نغموں کی گونج کائنات میں گونجتی رہے گی اور ذکر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشبو سے کائنات مہکتی رہے گی۔

موجودہ عہد میں تو چمنستان نعت میں بہار چھائی ہوئی ہے۔ رنگ رنگ کے پھول کھل رہے ہیں اور فضا میں معطر معطر خوشبوئیں بکھیر رہے ہیں۔

جناب صبیح رحمانی کا شمار بھی ایسے ہی پھولوں میں ہوتا ہے جنھوں نے نعت کی خوشبو کو آگے بڑھایا ہے اور اس عقیدت، محبت، ندرت، قرینے اور سلیقے سے بڑھایا ہے کہ ان کی نعت کے ہر لفظ میں جذبے دھڑکتے محسوس ہوتے ہیں۔ مجموعہ نعت "جادۂ رحمت" اس پر دلیل تاباں ہے۔ اس میں زبان و بیان کی لطافتیں بھی ہیں، محبت کی چاشنی بھی ہے، بصیرت کی چاندنی بھی ہے، جذبے کی سچائی بھی ہے، خیال کی تازگی بھی ہے، لہجے کی سادگی بھی، ادب کی پاسداری بھی ہے اور سوز و گداز کی فراوانی بھی۔

یہ سب محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ہے جو عزیزم صبیح رحمانی کی رگ رگ میں گرم لہو کی مانند رواں دواں ہے۔

پروردگار عالم اس جذبہ عشق مصطفوی ﷺ کو بقائے دوام بخشے مدحت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام صحیح معنوں میں ان کی شخصیت کی پہچان اور ان کے فن کی شناخت بن جائے۔

قمر وارثی (کراچی)

محمد قلی قطب شاہ کی کلیات میں موجود عقیدتاً ہی سہی مگر چھوٹی چھوٹی نعتیہ نظمیں، قطعات اور متفرق نعتیہ اشعار اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ اردو نعت بھی اردو شاعری کے آغاز ہی سے محو سفر ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے پر خلوص محبت و عقیدت ایک ایسا مرکز و محور ہے جہاں سے چر گی پانے والا ہر لفظ نعت کے سانچے میں ڈھلتے ہی دلوں کی دھڑکن بن جاتا ہے۔

اردو نعت نے ہر دور میں نہ صرف اپنی موجودگی کا بحسن و تمام اعتبار بخشا ہے بلکہ ارتقائی منزلیں طے کرتے کرتے ان حدوں کو چھو لیا ہے جنہیں آفاقیت کا درجہ حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ موجودہ دور بالخصوص نعت کا دور ہے۔ دراصل نعت کا کینوس اتنا وسیع ہے کہ اس نے قدیم و جدید تمام اصناف سخن کو برتنے کے خوشگوار و کامیاب مواقع بڑی فراخ دلی سے فراہم کیے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کے سراپا سے لے کر آپ ﷺ کی تعلیمات، آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور آپ ﷺ کے احکامات و ہدایات کے حوالے سے بے شمار اشعار اردو نعت کی تاریخ کو وسیع سے وسیع تر کر چکے ہیں، کر رہے ہیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ تاقیامت جاری و ساری رہے گا۔

شعرائے متقدمین، شعرائے متوسطین اور شعرائے متاخرین میں بیشتر نام نعت گوئی کے اعتبار سے اپنی جداگانہ شناخت کے حامل ہیں مگر موجودہ دور میں عقیدت، محبت اور جذبے کی گہرائی کے ساتھ ساتھ نعت میں نئے امکانات و رجحانات خصوصیت سے اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں۔ اس حوالے سے جس قدر نعت گو شعراء کا ذکر کیا جاسکتا ہے، ان میں صبیح رحمانی بھی شامل ہیں۔

صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری کا نقطہ آغاز ہی "ماہ طیبہ" ہے اور ماہ طیبہ کی روشنی میں سفر کرنے والے نعت گو کے لئے "جادہ رحمت" تک رسائی حاصل کر لینا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ یہ وہ حصہ ہے جو مخزن رحمت ﷺ تمام سے حاصل ہوا ہے۔ کسی بھی چونکا دینے والے فنکار کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ جملہ خصوصیت کے ساتھ سامنے آتا ہے کہ "انتہائی مختصر عرصے میں حیرت انگیز طور پر یہ مقام حاصل کیا ہے"۔ مگر اس مختصر عرصے میں فنکار نے کن عوامل کو بروئے کار لا کر یہ منزل پائی ہے، ان کی طرف کم توجہ دی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تجسس کے تمام تر امکانات کے ساتھ یقین کی روشنی میں ایک تسلسل کے ساتھ سفر کرتے رہنا ہی منزل سے قریب تر ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ شوق و طلب کے اس سفر میں کیسی کیسی دیواروں کو دور کرنے کا مرحلہ درپیش ہوتا ہے اس کا اندازہ تو اس راہ میں سفر کرنے والا ہی کر سکتا ہے۔

پروفیسر افضال احمد انور

صبیح رحمانی...... نعت کا ہمہ جہت خادم

یہ ایک لایعنی بحث ہے کہ صبیح رحمانی چھوٹی عمر کا لگتا ہے یا چھوٹی عمر کا ہے، چشم حق قائل کو نہیں قول کو دیکھتی ہے۔ ادیبوں، شاعروں، فنکاروں، موجدوں کی عظمت تن سے نہیں فن سے بنتی ہے۔ عمر، قد، وزن کے پیمانوں سے کوئی ادیب بڑا نہیں ہوتا محض فکر و فن کا مقیاس اس کے ادبی قد، اس کی ادبی عمر اور اس کے ادبی وزن کا تعین کرتا ہے ایک عام انسان اور ادیب میں یہی بنیادی فرق ہوتا ہے۔ جس طرح ضروری نہیں کہ ہر بوڑھا، عظیم ادب تخلیق کر سکے اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی نوجوان عظیم ادب تخلیق نہ کر سکے۔ بعض عظیم ادیبوں نے بہت چھوٹی عمریں پائیں۔ بعض عظیم ادیب اپنا بہترین ادب نوجوانی کے دور میں لکھ گئے۔ رنگِ بیدلؔ میں غالب نے اپنا بہترین اور مشکل ترین کلام عنفوانِ شباب ہی میں کہہ لیا تھا۔ صبیح رحمانی پر کچھ لکھنے سے پہلے یہ نکتہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کیونکہ بعض لوگ اس کے کلام اور کام کی پختگی کو اس کی عمر کی ناپختگی کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔

ویسے صبیح رحمانی اتنا نوخیز بھی نہیں۔ سید صبیح الدین صبیح رحمانی نے سید اسحٰق الدین کے ہاں 27 رجون 1965ء کو جنم لیا، یوں تقریباً پینتیس برسوں کے اس جوان کے ظاہری خدوخال سے کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ اس نے بی اے تک تعلیم حاصل کی اور ایک عرصے سے پاک ٹیلی کمیونیکیشن کارپوریشن سے وابستہ ہے۔ اس کی تصانیف میں (ا) "ماہ طیبہ" (1988ء)، (2) جادۂ رحمت (1993ء) اور (3) ر "خوابوں میں سنہری جالی ہے۔" (1998ء) کا نام لیا جاتا ہے۔ جبکہ تالیفات میں ایوانِ نعت (1993ء) اور جمالِ مصطفےٰ ﷺ (1994ء) ہیں۔ یوں تو وہ مجلہ لیلۃ النعت کا بھی مدیر رہا ہے اور سہ ماہی ایقان انٹرنیشنل کا بھی لیکن اس کی شہرت کا اصل سبب "نعت رنگ" کا مدیر ہونا ہے۔ اس کی عزت و شہرت کا ایک راز اس کی نعت خوانی بھی ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اس کے لحن کو دُور دُور تک پہنچا چکے ہیں۔ اس کی آڈیو، وڈیو کیسٹیں پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ خود بھی ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک نعتیہ محافل میں شریک ہو کر ترویج نعت کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ اس کی نعتیں سننے والے اشکبار ہو جاتے ہیں۔ اس کو پڑھنے والے سر دھنتے ہیں اور اس کو پرکھنے والے سبحان اللہ کا ورد کرنے لگتے

ہیں۔ حضور پرنور ﷺ کے عاشق اسے پیار کرتے ہیں۔ نعت سے پیار کرنے والے اسے آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ نعت کے قدردانوں نے اس کے دامن میں درج ذیل اعزازات بھی ڈال دیے ہیں۔

۱۔ لیلۃ النعت ادبی شیلڈ......(1987ء)

۲۔ کریسنٹ یوتھ ایوارڈ (ادبی)......(1990ء)

۳۔ الحاج حبیب احمد نعت ایوارڈ......(1991ء)

۴۔ نظامی نعت ایوارڈ......(1991ء)

۵۔ پاکستان نعت اکیڈمی سلور جوبلی ایوارڈ......(1992ء)

۶۔ قائداعظم یوتھ ایوارڈ......(1992ء)

۷۔ ادبی ایوارڈ......(1993ء)

۸۔ المصطفیٰ ﷺ سیرت کمیٹی ایوارڈ......(1992ء)

۹۔ حضرت حسانؓ نعت ایوارڈ......(1994ء)

۱۰۔ یوتھ نئی فرنٹ ادبی ایوارڈ......(1995ء)

۱۱۔ سندِ امتیاز منجانب ادارۂ انوارِ ادب......(1999ء)

ویسے اس کا اصل اعزاز، حضور ﷺ کی بارگاہِ کریمہ سے حاصل ہونے والا حاضری کا شرف ہے۔ پہلی حاضری 1995ء میں حج کی سعادت لائی دوسری حاضری 1997ء میں عمرہ کا تحفہ لائی اور تیسری حاضری 1998ء بھی عمرہ کا باعث بنی۔

یہ اعزازات اس کی مقبولیت پر شاہد ہیں۔ قدرناشناسی، جس کا گلہ اردو کے بڑے بڑے شاعروں کو رہا، صبیح رحمانی کا مسئلہ نہ بنا۔ اس نے اپنی صلاحیتوں کو عقیدت کے پھول بنا کر خواجہ گیہاں ﷺ کے درِ اقدس پر نچھاور کرنا شروع کیا تو عزت اور شہرت نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا۔

جو صبیح کو جانتے ہیں، وہ جانتے ہیں جو نہیں جانتے، جان جائیں کہ وہ زندگی کو فضول گزارنے کا عادی نہیں۔ ایک عظیم نصب العین ہمیشہ اس کے پیشِ نظر رہتا ہے اور وہ اللہ کریم اور رسول کریم ﷺ کی رضا کا حصول ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے جو راستہ اپنایا ہے وہ مختصر بھی ہے طویل بھی، تلوار کی دھار جیسا بھی ہے اور گلاب کی پتی جیسا بھی یہ ترویج نعت محمدی ﷺ کا راستہ ہے اس راستے پر چلنے والے عاشقوں میں جتنی صفات ہونی چاہئیں، خدائے لم یزل نے صبیح کو وہ وافر عطا کی ہیں۔ مقصد سے اٹوٹ وابستگی،

جذبے کا خلوص راستی کا ایقان، صحیح عقیدہ، خوفِ خدا، عشقِ مصطفیٰ ﷺ، احترامِ رسالت، صورت وسیرت رسول ﷺ سے دل بستگی، عجز و نیاز، گداز دل اور ایسی ہی دیگر خصوصیات اس کی شخصیت کا حصہ ہیں۔ وہ نعت سے پیار کرنے والوں سے بے پناہ پیار کرتا ہے۔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی عینک لگائے وہ نعت لکھنے والوں، نعت پڑھنے والوں، نعت پسند کرنے والوں، نعت پر تنقید و تحقیق کرنے والوں کو تلاش کرتا رہتا ہے۔ جہاں کام کا آدمی دکھائی دے، یہ اس پر لٹو ہو جاتا ہے۔ اس کی صلاحیتوں کو پرکھتا ہے پھر جو کوئی نعت کا کوئی بھی کام کر سکتا ہے وہ کام اس سے لینے کی التجا کرتا ہے۔ باربار کہتا ہے، اس ضمن میں بات بڑھ جائے تو ترغیب، تحریض، تنبیہ اور شرم دلانے کے حربوں سے بھی کام لیتا ہے، یہاں تک وہ یہ کام کروالیتا ہے۔ "نعت رنگ" کے لیے مضمون لکھوانا ہو یا کسی مضمون پر تنقید کرانا مقصود ہو۔ وہ کام ہو جانے تک پیچھا نہیں چھوڑتا۔ بے مقصد کے لوگ اس کے دوست نہیں بن سکتے کیونکہ کیسہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست......اس کا نعرہ ہے۔ اس میں لاکھوں خوبیاں ہیں وہ بے حد بھولا بھالا ہے لیکن سیدھا سادا قطعاً نہیں۔ وہ محفل میں بات کرنے، اپنی منوانے اور چھا جانے کا گر جانتا ہے۔ وہ زاہد خشک نہیں۔ اس کی باتوں میں مٹھاس بھی ہوتی ہے اور مزاح کی نمکینی بھی۔ اس نے اپنے جیسے دیوانوں کا ایک وسیع حلقہ پیدا کرلیا ہے جو اس کی زندگی کے حقیقی مصرف "ترویجِ نعت" کے لئے اس کے ممد و معاون ہیں۔ کچھ کے نام نعت رنگ کے صفحہ اول پر چمک رہے ہیں اور بہتوں کے نام صبیح کے دل پر کندہ ہیں۔ وہ اپنے چاہت بھرے طریقِ کار کے باعث خوردوں، ہم عمروں اور بزرگوں میں یکساں مقبول ہے۔ یہی مقبولیت اس کی شخصیت کا طرۂ امتیاز ہے۔

ترویج نعت کے لیے اس نے تین میدانوں کا انتخاب کیا ہے۔

الف: نعتیہ مجلّے کا اجراء اور مدیرانہ خدمات۔

ب: نعت خوانی۔

ج: نعت گوئی۔

"نعت رنگ" اس کے برسوں کے خوابوں کی تعبیر ہے۔ کراچی سے بڑی باقاعدگی سے "کبھی کبھار" شائع ہونے والا یہ رسالہ دنیائے نعت کا ناقابلِ فراموش حوالہ بن چکا ہے۔ نعتیہ صحافت میں پہلے باقاعدہ مجلّے کی اشاعت کا سہرا نعتیہ ادب کے عظیم محقق، نقاد، شاعر اور مولف محترم و مکرم راجا رشید محمود مدظلہ کے سر بندھا ہے۔ جن کا رسالہ مسلسل اشاعت کے تیرھویں برس کی مسافت طے کر رہا ہے۔ اس رسالے کو وقیع اوّلیات و اعزازات کا شرف حاصل ہے۔ اس کا انداز، مزاج اور طریق کار سب کچھ مخصوص ہے۔ اس عظیم

اور قابل قدر مجلّے کے اجراء کے باوجود اس امر کی ضرورت تھی کہ محبوب مجازی کے لب ور خسار پر غزل لکھنے والوں کو محبوبِ حجازی ﷺ کی نعت کے ادبی مقام و مرتبہ سے متعارف کروایا جائے۔ نعت کی صنف پر ادبی تنقید کے دروا کیے جائیں۔ نعت نگاروں کو میدان نعت کی احتیاطوں سے مطلع کیا جائے، نعت نگاروں کی فکری و فنی بے احتیاطیوں کو واضح کر کے نئے لکھنے والوں کو سچی نعت کے تقاضوں سے واقف کیا جائے۔ صنف نعت کے ہر ذیلی موضوع پر بامقصد بحث کرائی جائے۔ نعت کے امکانات کے نور سے ادب اردو کی جھولی کو بھر دیا جائے اور نعت کو اپنی فکری و فنی خدمات پیش نہ کر سکنے والے ادب کے بزرجمہروں کو فیضان گنبد خضرا کی طرف مائل کرنے کی عملی کوششوں کو بروئے کار لایا جائے۔ یوں نعت کا سلسلہ دلوں میں نور گستر عقیدتوں، مساجد کی محفلوں، ثناخوانی کی مجلسوں اور ادبی مجلوں کے آغاز میں بطور برکت چھپنے والی اکا دُکا نعتوں سے بڑھ کر زمین و زماں کے ہر پہلو پر چھا جائے۔ یہ کام...... یہ بڑا حساس کام وہی کر سکتا تھا جس میں عجز و انکسار بھی ہو اور بے پایاں جرأت کار بھی۔ للہ الحمد کہ اسی ذات لم یزل نے اس عظیم کام کے لیے سید صبیح الدین صبیح رحمانی کو چُن لیا۔ آج (جبکہ سن 2000ء شروع ہو چکا ہے) نعت رنگ کے آٹھ وقیع شمارے (1995ء سے 1999ء تک) ٹائیٹلوں سمیت دو ہزار سات سو بانوے (2792) صفحات پر مواد پیش کر چکے ہیں۔ نعت رنگ کے پہلے شمارے ہی میں صبیح نے لکھ دیا تھا:

"یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں لیکن...... نعت کو رطب و یابس اور شعراء کے غیر محتاط رویوں سے محفوظ رکھنے کی پہلی سنجیدہ اور باقاعدہ کوشش ضرور ہے......" (شمارہ 1 ص نمبر 8) اسی شمارے میں اس نے گفتنی کے زیر عنوان تحریر کیا تھا: "شعری پسندیدگی کے زاویے مختلف ہو سکتے ہیں لیکن شریعت کے معیارات کی پاسداری ہر حال میں ضروری ہے۔ زبان بھی کچھ قواعد کی پابند ہوتی ہے اس ضمن میں اتفاق یا اختلاف دونوں قسم کی آرا ہمارے لیے قابل احترام ہوں گی۔" (ص 165) اس اقتباس کے آخری جملے نے قلمی مباحثے کا دروازہ کھول دیا۔ موافق اور مخالف دونوں قسم کی آرا دھڑلے سے چھپنے لگیں اور یوں صبیح نے دھیرے دھیرے اپنی منزل اور اپنے آدرش کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ان پانچ برسوں میں چھپنے والی بعض اہم مضامین کے موضوعات پر ایک نظر ڈالیے: نعت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم نعت کے موضوعات، لوازم نعت، اسلوب نعت، ممنوعات نعت، محرکات نعت، خصوصیات نعت، اردو نعت گوئی کی تاریخ، نعتیہ شہ پاروں کا تعارف، نعت نمبروں کا تعارف، بعض مشہور نعت گو شعراء کا فکر و فن (مثلاً حفیظ تائب، تابش دہلوی، مظفر وارثی، حنیف اسعدی، صبیح رحمانی، عاصی کرنالی، قمر زیدی، ہشام علی حافظ، نذیر قیصر، شاہ

لطیف، حسرت حسین حسرت، عرفان جھوری، نیاز فتح پوری، جمال الدین، سرشار صدیقی، ظفر علی خان، شیخ ایاز، اختر لستوی، شیخ سعدی، حسرت موہانی، علیم صبانویدی وغیرھم) نعت کی مختلف ہیئتیں، نعت اور ادبی تنقید، نعت کی نظری و عملی تحسین نعت کے فنی خصائص اور نعت خوانی کے آداب وغیرہ۔ بعض خادمین نعت کے لیے نعت رنگ کے گوشے مخصوص کیے گئے۔ (مثلاً صبا اکبر آبادی، ابوالخیر کشفی، سحر انصاری، اسلم فرخی، شبنم رومانی، آفتاب نقوی، والی آسی، شوکت عابد اور یعقوب لطیف وغیرہم) اس دوران میں چھپنے والی بعض کتب نعت پر تبصرے، خاکے، منظوم تراجم تجزیاتی مطالعے اور مذاکرے اس کے علاوہ ہیں۔ فکری و فنی معیار کی حامل نعتوں کا ایک صاف ستھرا انتخاب صبیح کے تنقیدی ذوق کا عکاس ہے جو ہر شمارے میں موجود ہے۔

نعت رنگ محض ایک مجلہ نہیں ایک تحریک کا نام ہے، جس میں اکابرین اور عام قارئین سبھی شامل ہیں۔ آسمانِ نعت کے بعض دمکتے ستاروں سے صبیح کے ذاتی تعلقات ہیں۔ اس کا دائرہ بیرونی ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔ نعت پر پہلے پی ایچ ڈی کرنے والے بھارت کے سید رفیع الدین اشفاق ہوں یا پاکستان میں یہی سعادت حاصل کرنے والے ریاض مجید ہوں، پنجابی میں نعت کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے والے سید آفتاب نقوی مرحوم ہوں یا برصغیر کی عربی نعت کے محقق ڈاکٹر اسحاق قریشی ہوں یا میلاد ناموں پر تحقیق کر کے ڈاکٹر بننے والے ڈاکٹر مظفر عالم جاوید ہوں یا حال ہی میں نعت پر پی ایچ ڈی کرنے والے عاصی کرنالی ہوں سبھی سے صبیح کے روابط ہیں۔ صبیح کی نیازمندی ڈاکٹر حفیظ تائب، حافظ لدھیانوی مرحوم، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ابوالخیر کشفی، راجا رشید محمود، مظفر وارثی، فرمان فتح پوری، حنیف اسعدی، تابش دہلوی، حافظ افضل فقیر مرحوم، صبا اکبر آبادی، ریاض حسین چوہدری، حکیم سعید مرحوم، مشفق خواجہ، راغب مراد آبادی، ادیب رائے پوری، ڈاکٹر سلیم اختر محمد، اقبال جاوید، جمیل الدین عالی، وزیر آغا، اسلوب احمد انصاری، گوہر ملسیانی، ڈاکٹر یحییٰ نشیط، ڈاکٹر عنوان چشتی، ڈاکٹر انور مینائی، شبیر قادری، صادق قصوری، حسرت کاسگنجوی، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر نجم الاسلام، شفقت رضوی، ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری، ڈاکٹر ہلال نقوی، مسرور کیفی، نصیر احمد ناصر جیسے اکابرین سے ہے۔ رشید وارثی، عزیز احسن، نور احمد میرٹھی، آفتاب کریمی، انور جمال، عاطف معین قاسمی، عدیل قاسمی، شاہ محمد تبریزی، غوث میاں، انور حسین صدیقی اور کوکب نورانی تو اس تحریک میں اس کے دست و بازو ہیں۔ صبیح رحمانی کا کمال یہ ہے کہ اس نے نعت سے پیار کرنے والوں کو ماہنامہ نعت لاہور کے علاوہ بھی ایک شاندار پلیٹ فارم مہیا کر دیا ہے۔ اس پلیٹ فارم سے سامنے آنے والے ناقدین کی تخلیقات کی بعض جزیات سے اختلاف تو ممکن ہے لیکن ان کی دردمندی، جذبہ

اصلاح اور نعت سے سچی وابستگی پر شک نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کسی نقاد سے کوئی اختلافی بات تحریر ہو جاتی ہے تو اس پر گرفت کرنے والے مضامین و خطوط بھی اسی نعت رنگ میں شائع ہوتے ہیں۔ چونکہ سب کا مقصد خدمت نعت ہے لہٰذا کوئی ناخوشگواری بھی پیدا نہیں ہوتی۔ نعت رنگ میں شائع ہونے والے مکاتیب کے باعث ہی اب مضامین پہلے سے بھی زیادہ احتیاط کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ پہلے اکابرین سے جیسے تیسے مضمون لکھوالینا صبیح کے لیے اعزاز تھا اب نعت رنگ میں شائع ہونا اکابرین کے لیے بھی اعزاز ہے۔ صبیح کی شبانہ روز محنتوں نے پوری اردو دنیا میں متعلقین و محبین نعت کی ایک ایسی کہکشاں سجادی ہے جن کے فکر وفن کی تابناکی آنے والے ناقدین و محققین کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوگی۔ اس کی سوچ یہیں تک محدود نہیں وہ آگے بڑھتے چلے جانے کا عادی ہے۔ اب وہ کراچی میں ایک بہت بڑے نعت کمپلیکس کا خواب دیکھ رہا ہے جس میں بہت بڑی نعت لائبریری ہو، محققین کے لیے جملہ وسائل مہیا ہوں، مہمان خانے ہوں تاکہ وہ نعت کو ادب کی سب سے بڑی صنف کے طور پر منواسکے، یہ ایسے شخص کا خواب ہے جس کا اپنا ذاتی گھر نہیں ہے۔ وہ کبھی سوچ چھوٹی نہیں رکھتا۔ جس خدائے بزرگ و برتر نے اس کے ہر نقرئی خواب کو طلائی تعبیر دی ہے اس سے بعید نہیں کہ وہ صبیح کی اس آرزو کو بھی پورا کردے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ نعت رنگ سے پہلے نعت کے حوالے سے اتنی بڑی اور اتنی وسیع تنقید اور قلمی مباحثے کا پہلے کوئی وجود تھا؟ پاکستان اور بھارت کے بیسیوں ادیبوں نے اس طرح کسی موضوع پر اظہار خیال کیا تھا؟ نعت پر لکھنے والے، لکھنے سے پہلے ہزار دفعہ سوچنے کے عادی ہوگئے تھے۔ دلوں میں مچلتی عقیدتوں نے آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کے علاوہ جدید ترین اور اچھوتے انداز کے ادبی اظہار کا بھی نعرہ لگایا تھا؟ اگر نعت رنگ نے یہ کردیا ہے تو یقیناً صبیح کی کوششیں مشکور ہوئی ہیں۔ اس پر وہ تبریک کا حقدار بھی ہے اور حوصلہ افزائی کا بھی، لیکن اسے توصلے کی پرواہ ہے نہ تمنائے ستائش اس کا تو مشن ہی خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی کا حصول ہے۔ تبھی تو اس نے اپنا تن من دھن سب کچھ نعت پر قربان کرنے کا عزم مصمم کر رکھا ہے۔ کراچی کے معروف نعت نگار حنیف اسعدی نے اس حقیقت کا اظہار صبیح رحمانی پر لکھی ہوئی شخصی سہ مصرعی میں یوں کیا:

نعت عقیدت، نعت لگن
نعت ہی وجہِ مشقِ سخن
نعت پہ قرباں تن من دھن

صبیح رحمانی پاکستان کے معروف اور مقتدر نعت خوانوں میں سے ایک ہے۔ خدا نے اسے بڑے پاکیزہ شائستہ، متاثر کن، رسیلے اور مؤدب لحن سے نوازا ہے۔ اس کے ہاں نہ پاپ موسیقی کی جھنکار ہے نہ پکے راگوں کی یلغار۔ نعت کے لیے وہی لحن موزوں ہو سکتا ہے جو پڑھنے والے کے جذبِ اندروں سے پھوٹے جس میں بارگاہِ رسول ﷺ میں حاضری کا تصور، ادب و احترام کے سچے جذبوں سے ہمکنار ہو، مقصدِ وحید جلب زر نہیں خوشنودی سلطانِ دو عالم ﷺ ہو۔ جس طرح قرآن پاک کو راگوں راگنیوں میں نہیں بلکہ تجوید و ترتیل کے قواعد کے مطابق پڑھا جاتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی ثناخوانی بھی منفرد و مخصوص لحن کی متقاضی ہے۔ راقم الحروف کو بارہا صبیح رحمانی سے ثنائے حضور ﷺ سننے کا موقع ملا ہے۔ اس کا پڑھنے کا انداز سیدھا سادا، بے حد پروقار اور مؤدب ہوتا ہے۔ اس کے گلے میں گراریاں کام نہیں کرتیں۔ وہ تو سادگی کے بطن سے متاثر کن پرکاری پیدا کرتا ہے اس کی آواز میں قدرتی غنائیت ہے، جناح کیپ پہنے، آنکھیں بند کیے سرکار ابد قرار ﷺ کی بارگاہِ کریم میں کامل حاضری کے تصور کے ساتھ جب وہ مدح سرا ہوتا ہے تو اس کے لحن کی دلکشی لوگوں کی توجہ کھینچ لیتی ہے۔ وہ محافل میں اپنا ہی کلام سناتا ہے یہ کلام بھی بڑی تاثیر رکھتا ہے۔ شعر، لحن کے لبادے میں اور بھی دو آتشہ ہو کر متاثر کرتا ہے۔ بیان کی جدت اور فن کا اچھوتا پن اس کیفیت میں شامل ہو کر سننے والوں کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں۔ دورانِ محافل میں کئی احباب کو حضوری کے لمحے میسر آجاتے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو برستے ہیں صبیح گھنٹوں تک بے تکان پڑھنے کا حوصلہ رکھتا ہے لیکن کیا مجال ہے کہ اس کے چہرے پر اضمحلال، تکدر یا بے رغبتی کی جھلک بھی دکھائی دے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نعت کو فن سمجھ کر نہیں عبادت سمجھ کر پڑھتا ہے۔ اس نے نعت خوانی میں بھی ایک جدید تر اسلوب کو متعارف کرایا ہے جسے سادہ و پرکار اسلوب کہا جاسکتا ہے۔ وہ پیسے کے لیے نعت نہیں پڑھتا لیکن نعت کے محب جو اس کی خدمت کرتے ہیں وہ نعت رنگ کی خدمت کے لیے سنبھال لیتا ہے۔ اس نے خود راقم سے بارہا کہا ہے کہ اگر میرے پاس نعت خوانی نہ ہوتی تو "نعت رنگ" شاید کب کا بند ہو چکا ہوتا۔ بعض نعت خواں ٹیلی ویژن، ریڈیو اور کیسٹس میں اپنے لہجے میں بہ اہتمام تبدیلیاں پیدا کرلیتے ہیں بعض عام محافل میں شعر کی گرہیں لگا لگا کر سامعین و حاضرین کے صبر و ضبط کا امتحان لیتے رہتے ہیں۔ صبیح کی نعت خوانی ایسے عناصر سے تہی ہے۔ وہ نعت پڑھ رہا ہو تو یوں لگتا ہے جیسے اس کے دل سے نور کی کرنیں نکل نکل کر سننے والوں کے دلوں پر پڑ رہی ہوں، یہ اس پر اس کے اللہ کا خاص کرم ہے۔ اس کی چند آڈیو کیسٹیں کچھ کمپنیوں نے تیار کرائی ہیں لیکن عام نعتیہ محافل میں بھی لوگ اس کی وڈیو آڈیو کیسٹس تیار کرتے ہیں۔ یوں

صبیح کی آواز مدحتِ محبوب خدا ﷺ ملک کے کونے کونے میں پہنچانے کا مقدس فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ کون ہو گا جس نے اس کی یہ نعتیں اسی کی آواز میں نہ سنی ہوں۔

ع ۔ کوئی مثل مصطفےٰ ﷺ کا کبھی تھا ہے نہ ہو گا

ع ۔ منال دل سے غم زارِ سفر، آہستہ آہستہ

ع ۔ حضور ﷺ ایسا کوئی انتظام ہو جائے

ع ۔ مرجان نہ یا قوت نہ لعل یمنی مانگ

ع ۔ لب پر نعتِ پاک کا نغمہ، کل بھی تھا اور آج بھی ہے

ع ۔ اجالے کیوں نہ ہوں دیوار و در میں...... وغیرہ

ترویج نعت کے جذبے کا اظہار صبیح کے ہاں نعت گوئی کی شکل میں بھی ہوا ہے۔ اس کے تین نعتیہ مجموعے گنوائے جاتے ہیں۔

الف : ماہِ طیبہ (1988ء)

ب : جادۂ رحمت (1993ء)

ج : خوابوں میں سنہری جالی ہے (1998ء)

ماہِ طیبہ کو دیکھنے کا راقم کو موقع نہیں ملا۔ جادۂ رحمت اور خوابوں میں سنہری جالی ہے کی نعتیں پیش نظر ہیں۔ تیسرا مجموعہ عزیز احسن کا مرتبہ ہے۔ پیش لفظ "گفتگو ضروری ہے" میں لکھا گیا ہے :

"اس کتاب میں ان دونوں کتابوں (ماہِ طیبہ جادۂ رحمت) کا منتخب کلام اور نیا کلام شامل ہے۔ مختلف رنگ اور آہنگ کی نعتیں یکجا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شاعر کا فنی ارتقا بھی ظاہر ہو جائے۔"

اس بیان میں کئی امور قابلِ غور ہیں۔ منتخب کلام کا مطلب اس کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے کہ بہت سی نعتوں میں سے کچھ الگ کر کے دی جائیں اور باقی چھوڑ دی جائیں۔ جبکہ بغور جائزہ لینے پر راقم کے سامنے یہ حقیقت آئی کہ جادۂ رحمت کا تمام کلام "خوابوں میں سنہری جالی ہے۔" میں شامل ہے۔ محض بعض نعتوں کی ترتیب بدل دی گئی ہے جیسے نعت ۔

خواب روشن ہو گئے مہکا بصیرت کا گلاب

جادۂ رحمت میں پندرھویں نعت کے طور پر شامل تھی اور "خوابوں میں سنہری جالی ہے" میں گیارہویں نمبر پر ہے۔ اسی طرح ع۔ لکھوں مدحِ پاک میں آپ کی مری کیا مجال مرے نبی۔ جادۂ رحمت میں

کہیں نفرتیں کہیں رنجشیں کہیں خاک و خون کی بارشیں
مرے عہد میں ہے عجیب رنگ کا اشتعال مرے نبی ﷺ

اس عہد کا آشوب اگرچہ بہت تکلیف دہ ہے لیکن شاعر کہیں ناامید نہیں ہوتا۔ اُسے تاریکیوں میں بھی امید کی اک کرن دکھائی دیتی ہے۔

نکل آئیں گے حل سب مسئلوں کے چند لمحوں میں   حیاتِ مصطفےٰ ﷺ کو سوچنا اول سے آخر تک
محشر کی تمازت سے نجات آج ہی پالے   اس گیسوئے رحمت کی ذرا چھاؤں گھنی مانگ

یہ بھی دیکھے گی چشمِ فلک ایک دن، اِن یہود و نصاریٰ کا منہ توڑنے
پھر سے بیت المقدس نئی شان سے، خادمانِ علیؓ و عمرؓ جائیں گے

وہ معاشرے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی سیرتِ مقدسہ کی عملی ترویج چاہتا ہے کیونکہ اس دنیا کے دکھوں کا اسی میں علاج ہے۔ چونکہ نعت خوانی بھی اسی مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے لہٰذا وہ نعت کی ترویج چاہتا ہے۔

ایک اک گام پہ روشن کرو مدحت کے چراغ   نعت کی روشنی پھیلاؤ جہاں تک پہنچے

نعت میں صبیح کی انفرادی خصوصیت اس کے لہجے کی تازگی، مضمون کا اچھوتا پن اور انداز کی جدت ہے۔ یہ چیز بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ اس کے لیے روایت پر گہری نظر، عہدِ حاضر کی اجتماعی سوچ کا عمیق احساس ہونا ضروری ہے پھر بات کرنے کے عام انداز سے ہٹ کر اپنے لیے نئی راہ اپنانا بغیر سلیقے کے ممکن نہیں۔ جدت طرازی قرینے اور سلیقے سے تہی ہو تو مہمل بن جایا کرتی ہے۔ جدید انداز کا جواز بھی ہونا چاہیے ورنہ ابلاغ نہیں ہو سکے گا۔ صبیح اس فن میں خوب مہارت رکھتا ہے۔

اسی کی یاد لہو سے کلام کرتی ہے   ہے جس کے ذکر سے آباد شہرِ جاں وہ ہے

شاعر دراصل کہنا محض یہ چاہتا ہے کہ خدا کے ذکر سے انسان کی زندگی قائم ہے لیکن وہ اس کی یاد کو لہو سے ہمکلام دکھاتا ہے۔ گویا دورانِ خون کا اصل باعث خدا کی یاد ہے۔ خدا کی یاد ہی خون کو گرم اور گردش میں رکھتی ہے یہی لہو سے کلام کرنا ہے، نتیجہ ظاہر ہے کہ جسم اور روح کا رشتہ استوار ہے، دل کی دھڑکن اور خون کی گردش کے بند ہونے کا نام دل کی حرکت کا بند ہونا گویا موت ہے۔ شاعر نے دل، رگوں، خون اور خون کی گردش کی طرف قاری کا خیال موڑ کر ایک ایسی تصویر کھینچی ہے جس سے میڈیکل اسٹوڈنٹ بہتر انداز میں لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ پھر وہ روح کی موجودگی کے باعث جسم کے ہر ہر عضو، خلیے اور ریشے کی

زندگی کا ذکر کرتا ہے اور اس سارے نظام کو شہرِ جاں کی آبادی قرار دیتا ہے۔ انسان کے جسم ہی میں نہیں بلکہ ایک ایک ریشے، خون کے ایک ایک قطرے اور ایک ایک خلیے میں کتنے نظام زندہ اور فعال ہیں یہ بھی طب کے ماہرین سے پوشیدہ نہیں۔ یوں شاعر نے ایک عام بات کو جس انوکھے انداز (یاد کا لہو سے کلام کرنا) سے بیان کیا ہے اس نے شعر کی جاذبیت میں بے بہا اضافہ کر دیا ہے۔

زبانِ اشک سے مانگو دعائیں بخشش کی

دعا زبان سے مانگی جاتی ہے، دل سے بھی لیکن شاعر بہتے آنسوؤں کی زبان کا ذکر کر رہا ہے۔ دل میں کسی بے تابی کا ظہور کسی گستاخی کو جنم دے سکتا ہے، زبان پوری کوشش کے باوجود لڑکھڑا سکتی ہے، وہ بات کو دوسرے تک کماحقہ، پہنچانے میں ناکام بھی رہ سکتی ہے، لیکن آنسو اندر کی کیفیت خاموشی سے ظاہر کر دیتے ہیں۔ اس میں عجز بھی ہے، ادب بھی، حسنِ تمنا بھی ہے اور بے بسی بھی، اس سے بہتر کونسی زبان ہو سکتی ہے۔

جمال ہم کو دکھاتا ہے اجلی صبحوں کا　　وہی جو آنکھ کٹوری میں نیند گھولتا ہے

شاعر کہنا یہ چاہتا ہے کہ اللہ ہی ہمیں بیدار کرتا اور سلاتا ہے۔ اس کے لیے وہ صبح دیکھنے کی بات کرتا ہے۔ صبح بغیر کھلی آنکھ کے نہیں دیکھی جا سکتی۔ پھر وہ صرف نیند سے بیدار ہی نہیں، ہماری آنکھوں کو صبح ہی نہیں دکھاتا اجلی صبح کا جمال دکھاتا ہے۔ اجلی صبح کے جمال کے تصور کے ساتھ ہی تلازمہ خیال کہاں کہاں نہیں جا پہنچتا۔ اجلی صبح بہار کی پروردہ بھی ہوتی ہے، صحت و سلامتی کی امین بھی، حسنِ ظاہر و باطن کی ضامن بھی۔ شاعر آنکھ کو چھوٹی سی کٹوری سے تشبیہ دیتا ہے جس میں قدرت نیند گھولتی ہے۔ یہ تصویر اتنی دلکش ہے کہ اس پر گن کر لاکھ مرتبہ سبحان اللہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔

مرے طاقِ جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

کہنا یہ چاہتا ہے کہ مجھے حضورِ اکرم ﷺ کے نسب سے (سید) ہونے کا شرف حاصل ہے لہٰذا مجھے بفضلہٖ گمراہی کا خوف نہیں، لیکن اس کے لیے وہ طاق جاں میں جلتے چراغوں کا ذکر کرتا ہے۔ طاقچے پر جلتے دیئے پردۂ خیال پر خوبصورت تصویر بنا دیتے ہیں۔ پھر روح کا طاق اور اس پر نسبت کے روشن چراغ...... نتیجہ ظاہر ہے ظلمت کا اندیشہ کیسے رہ سکتا ہے۔ یہ فکر اور انداز دونوں ہی بہت پختہ ہیں اور خدا کی خاص عطا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے ایسے ہی اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاعرانہ مصوری کا کتنا بڑا ماہر ہے۔ ایک اور شعر دیکھیے۔

چوتھی نعت تھی اور اس کتاب میں اس کا نمبر تیسواں ہے۔ یہ نئی ترتیب تو ہو سکتی ہے اسے انتخاب قرار دینا درست نہیں۔ نظمیں بھی تمام کی تمام اس "انتخاب" میں شامل ہیں۔ صرف ایک نیا عنوان "قطعات" مزید کیے مگر اس کے تین قطعات جادۂ رحمت، تصویرِ جمال اور سوالی بھی جادۂ رحمت سے لے کر یہاں یکجا کر دیے گئے ہیں۔ نعتیہ ہائیکو جادۂ رحمت میں دس تھے جبکہ اس کتاب میں چودہ عدد ہیں۔ نظموں کے کچھ عنوانات بدل دیے گئے ہیں مثلاً "ایک نظامِ عالمگیر" کو ایک عالم گیر نظام بنا دیا گیا ہے اور "اک روشنی زمین سے آسمان تک" کو "ایک روشنی" میں بدل دیا گیا ہے۔ جادۂ رحمت میں کل بائیس نعتیں تھیں جو اس "انتخاب" میں بڑھ کر اڑتیس ہو گئی ہیں۔ گویا کل سولہ نعتیں مزید ہیں۔ کراچی سے باہر رہنے والوں کی اکثریت نے "ماہِ طیبہ" کتاب نہیں دیکھی۔ لہٰذا پتہ نہیں چلتا کہ کون سی نعتیں اور نظمیں ماہِ طیبہ کی ہیں اور کون سی نئی۔ اس پر کسی سنجیدہ قاری سے تقاضا بھی کرنا کہ وہ "شاعر کے فنی ارتقاء" پر بھی نظر رکھے، قطعاً قرینِ انصاف نہیں۔ مختلف ادوار کے تعین اور کامل پیش بندی کے بغیر ارتقاء کا پتہ چلایا ہی نہیں جا سکتا۔ امید کی جا سکتی ہے کہ فاضل مرتب آئندہ ایڈیشن میں ان امور کی طرف توجہ دینے کی زحمت فرمائیں گے۔

راقم الحروف کی دانست میں "خوابوں میں سنہری جالی ہے" کو صبیح رحمانی کی ایک ہی مکمل کتاب قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے کلیات کا لفظ بوجوہ استعمال نہیں ہو سکتا۔ آئندہ صفحات میں صبیح کی نعت گوئی سے متعلق بات اسی کتاب کے حوالے سے ہوگی۔

نعت حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات سے قلبی تعلق کے بغیر لکھی نہیں جا سکتی ہے یوں تو آپ ﷺ سے ماں باپ، بہن بھائیوں، اولاد، دوستوں، جان، مال بلکہ کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت رکھنا ایمان کی اساس ہے لیکن جب ایمان کی یہی اساسی شرط عقیدت بھرے لفظوں میں ڈھل کر فنی سانچوں پر پورا اترتی ہے تو ادبی نعت تخلیق ہوتی ہے۔ صبیح کے پاس یہ عقیدت بھی ہے اور فکر و فن بھی۔ پھر عقیدت بھی اسی وقت سچائی کے معیار پر پورا اترتی ہے جب وہ عقیدہ بن جائے۔ عقیدے کے بغیر عقیدت شعر تو جنم دے سکتی ہے لیکن بے روح جسم کی طرح صبیح کے ہاں عقیدہ اور عقیدت کی یکجائی ملتی ہے، جس نے اس کے شعروں میں جان پیدا کر دی ہے۔

جنہیں امی لقب کہہ کر زمانہ یاد کرتا ہے　　وہی ہیں حاملِ علمِ خدا اوّل سے آخر تک

فرش پر عرش کے حالات سنائے ہم کو　　ان کے آنے سے گیا بے خبری کا موسم

ہر ایک سانس کی آواز یا رسول اللہ ﷺ　　ہم اہلِ عشق کا مفہوم زندگی کیا ہے

ہو دل کا نور، نگاہوں کا نور، علم کا نور　　　ہر ایک نور کو نسبت مہ عرب ﷺ سے ہے

ہے جہاں پر خدا کی رحمتیں ہیں وہیں مصطفےٰ ﷺ کی

سارے عالم ہیں چشم کرم میں، کس جگہ کملی والا ﷺ نہیں ہے

جذبے کے والہانہ پن کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو مضمون میں الوہیت کے عناصر پیدا ہونے یا شان رسالت سے فروتر ہونے کا اندیشہ پیدا ہو سکتا ہے۔ نعت نگاری کے لیے یہی مشکل منزل ہے۔ ایک طرف شرک کا ڈر دوسری طرف حبطِ اعمال کا خوف۔ اسی لیے نعت لکھنے کو تلوار پر چلنے کا عمل قرار دیا گیا ہے صبیح رحمانی بفضلہ بے حد محتاط نعت گو ہے۔ وہ الہ اور عبدہٗ کے فرق کو مدنظر رکھ کر نعت کہتا ہے۔ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ادب و احترام کا بھی بہت خیال رکھتا ہے۔ وہ اپنے کلام میں حضور انور ﷺ کو "تو" "تیرا" "تم" جیسے صیغوں سے مخاطب نہیں کرتا۔

خاک کو عظمت ملی، سورج کا جوہر جاگ اٹھا

آپ ﷺ کیا آئے کہ ہستی کا مقدر جاگ اٹھا

عصیاں سے تطہیر ملی　　　آپ ﷺ آئے تو قیر ملی

اس کے ہاں موضوعات قرآنِ مجید، احادیث مبارکہ اور سیرت مطہرہ کے مطالعے سے اخذ کیے گئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی صورت، آپ ﷺ کی سیرت کی تعریف، آپ کے عالم پر احسانات، آپ ﷺ سے نسبتوں کا ذکر، تذکرہ و رفعنالک ذکرک، آپ کے اختیارات، آپ کے عشق و محبت کی مختلف کیفیات، حاضری اور حضوری کی کیفیات نیز آپ ﷺ کے حضور استغاثے صبیح کی نعت کے اہم موضوعات ہیں۔

یقین، عدل، وفا، علم، صبر، سچائی　　　کیے نبی ﷺ نے چراغوں کے کارواں روشن

گفتگو خوشبو کے لہجے میں سکھائی آپ نے　　　خارِ نفرت چن لیے دے کر محبت کا گلاب

زباں کو تاب گویائی نہیں رہتی مدینے میں　　　صدا دیتی ہے لیکن چشم تر آہستہ آہستہ

وصف لکھنا حضور انور ﷺ کا　　　ہے تقاضا یہ میرے اندر کا

اس کے مضامین روح عصر سے خالی نہیں۔ کشمیر و فلسطین کا دکھ، ذاتی اور کائناتی غم، الجھے ہوئے معاشرے کا کرب، ناانصافی، انتشار، منفی اقدار، شر کی چیرہ دستیاں ایسے مسائل ہیں جو صبیح کی روح کو بے چین رکھتے ہیں اور وہ یہ سارے مسائل بارگاہ نبوی ﷺ میں بصد عجز و ادب پیش کر دیتا ہے۔

تجلیات سے بھر لوں میں اپنا کاسۂ جاں　　　کبھی جو ان ﷺ کی گلی میں قیام ہو جائے

کہتا ہے کہ اگر کبھی مدینہ منورہ جانا ہو جائے تو جی بھر کر زیارتیں کر لوں لیکن اس کے لیے یہ اچھوتا انداز اختیار کرتا ہے کہ دل، دماغ اور آنکھیں ہی زیارت مدینہ کے لیے بے تاب نہیں بلکہ روح بھی بے تاب ہے۔ شاعر روح کو کاسہ قرار دیتا ہے۔ جسے وہ انوار مدینہ سے بھر لینا چاہتا ہے۔ گویا وہ مدنی تجلیات سے جسم ہی نہیں روح کو بھی سیراب کرنا چاہتا ہے۔ کاسۂ جاں کی ترکیب کاسۂ گدائی کی طرف بھی توجہ مبذول کرتی ہے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں مانگنے کا یہ انداز کتنا مؤدب، کتنا بے قرار، کتنا حقیقی اور کتنا موثر ہے۔ اسی طرح خیر و شر کو تولنا...... سازِ نفس میں بولنا...... خموشیوں کا گیت گانا...... سائے کو اجلی دھوپ پہنانا، لوحِ عمل پر روشنی رکھنا...... سینے میں سورج اگنا...... لفظوں کا لو دینا...... وہم کا صدا دینا...... روح کی بستی میں جلوؤں کی دھنک اتارنا...... شکستِ شب پر آہستہ آہستہ سحر ہونا...... بہارِ نعت سے باغِ سخن کا لہکنا...... فصلِ نوا کا تر و تازہ ہونا...... لمحے لمحے پر آیات کا نور ہونا...... تجلیوں کا مسکرا کر ملنا...... دعاؤں کا شجر سبز ہونا...... دیدہ وری کا موسم پانا...... شاخِ نظر پر رویت کا گلاب کھلنا...... حرف و نوا کا چراغ بجنا...... جسم و جاں کا ہر گوشہ روشن ہونا...... حصارِ جاں نوازی میں بلانا...... لہو میں نغمے ہمکنا...... ثنا کے دیپ جلنا...... وغیرہ وغیرہ صرف لفظ نہیں۔ معنویت کے مخزن بھی ہیں۔ ان کے پیچھے صبیح کی تیز حسیات کام کرتی ہے۔ وہ تجسیم (Personi Ficatim) کے عمل کے ذریعے اپنی تصویروں میں رنگ ہی نہیں جان بھی بھر دیتا ہے۔ اردو شاعری میں یہ انداز بلاشبہ غالب اور اقبال کا فیضان ہے۔ خوش قسمت ہے صبیح کہ اپنے باغِ سخن میں ایسے نورانی بیج بو رہا ہے جن کے بطن میں عالم افروز آفتاب طلوع ہونے کو بے تاب ہیں۔ صبیح رحمانی نے عام انداز میں بھی بات کی ہے۔ اس کا سہل انداز بھی سہل ممتنع بن کر خاص اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ ایک شعر دیکھیے۔

لکھے تھے کبھی نعت کے اشعار بہت سے

گھر میں ہیں مرے آج بھی انوار بہت سے

بظاہر بڑا آسان شعر ہے۔ مضمون بھی بہت دقیق نہیں، لیکن اس طرح کا شعر آسانی سے نہیں بلکہ قسمت سے ہوتا ہے۔ پتہ اس وقت چلتا ہے جب آدمی خود لکھنے بیٹھے۔ ناصر کاظمی نے کہا تھا۔

کہتے ہیں غزل قافیہ پیائی ہے ناصرؔ

یہ قافیہ پیائی ذرا کر کے تو دیکھو

کچھ ایسے ہی مزید شعر دیکھیے:۔

تمام رات مری فکر نعت میں گزری — تمام رات رہا ہے مرا مکاں روشن
جنونِ عشق محمد ﷺ جو سر میں رکھتے ہیں — عجب مقام جہانِ ہنر میں رکھتے ہیں
نظر آتے ہیں پھول سب کے سب — حرف نعت رسول ﷺ سب کے سب

اُجالے کیوں نہ ہوں دیوار و در میں
میں ذکرِ مصطفےٰ ﷺ کرتا ہوں گھر میں

یہی توانا، بھرپور، مصورانہ اور اچھوتا سہل ممتنع انداز اس کے اسلوب کی نمایاں خصوصیات قرار پاتا ہے۔ وہ ایک سچے عاشق سرکار مدینہ ﷺ کی طرح اپنے فکر و فن کو اپنے کریم کی عطا ہی قرار دیتا ہے۔ یہی عین حقیقت ہے، یہی عجز و ادب ہے۔

ملی ہے کاسۂ فن کو مرے خیرات طیبہ سے
مرا دیوان ہے ان ﷺ کی عطا اوّل سے آخر تک

کہاں میں اور کہاں مدحِ سرورِ کونین ﷺ — صبیح ان ﷺ کا کرم ہے یہ شاعری کیا ہے
نعت لکھتا ہوں صبیح ان کی عطا کے سائے میں — ہے بیاضِ نعت کا ہر شعر رحمت کا گلاب

چونکہ وہ اپنی نعتیہ شاعری کو عطائے رسول ﷺ قرار دیتا ہے لہٰذا اس فنِ شریف کو اپنے پیارے آقا و مولا کی مدحت تک ہی محدود رکھتا ہے۔

میں ہوں وقفِ نعت گوئی کسی اور کا قصیدہ
مری شاعری کا حصہ، کبھی تھا نہ ہے، نہ ہوگا

وہ غیر کے قصیدے تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ مجازی محبوبوں کی غزل سے بھی کنارہ کشی اختیار کیے ہوئے ہے:

ان ﷺ کی مدحت پہ مامور ہوں میں غیر کی مدح سے دور ہوں میں
فکر و فن کو صبیح اپنے میں نے کبھی غزلوں میں ڈھالا نہیں ہے

ظاہر ہے یہ مقام اور محض مقصد سے سچی، پائیدار اور غیر فانی دلبستگی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ صبیح کی ہر نعت اسی سچے اخلاص کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

نعت میں صبیح کا فکری کینوس بے حد وسیع ہے وہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب اور آقا و مولا تو مانتا ہی ہے، انھیں حیات کا سبب، دو عالم کا نجات دہندہ بھی مانتا ہے۔ ان کی سیرت میں صبیح کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والی دلچسپی ہے۔ وہ آپ کی سیرت کی ترویج کو ہر زمانے کے مسائل و مصائب کا حل قرار دیتا ہے۔ اسے ہر زمانے، ہر صدی، ہر سال، ہر ماہ بلکہ ہر گھڑی کا رُخ درِ مصطفےٰ ﷺ کی طرف ہی دکھائی دیتا ہے۔

ہر صدی ہر عہد کے گلشن کو ان کی آرزو — ہر زمانے میں کھلا ہے ان کی چاہت کا گلاب

صبیح کا یہ سارا فکری نظام ایک فنی نظم سے منسلک ہے۔ اس کے فنی نظم میں انتخاب الفاظ کی بنیادی اہمیت ہے، خود کہتا ہے:

لکھے سب پھول جیسے لفظ، سوچے چاند سے مضموں

وہ لفظ سے فکر کے ابلاغ کے علاوہ چونکہ مصوری کا بھی کام لیتا ہے لہٰذا بہت سوچ کر لفظ چنتا ہے۔ لفظوں کی ترکیب سازی میں بھی اسے خاص مہارت حاصل ہے۔ بیدل کی ترکیب سازی نے غالب اور اقبال کی لفظ گری پر واضح اثرات چھوڑے تھے۔ صبیح کی تراکیب، کلامِ غالب کے گہرے مطالعے کا پتہ دیتی ہیں۔ صبیح کے ہاں محض دو لفظوں کو ملا کر مرکب لفظ بنانے کا خالی عمل نہیں وہ تو اپنی تراکیب میں اپنا خونِ جگر شامل کرتا ہے۔ اس کی تراکیب شعر میں مصوری اور جیتی جاگتی منظر کشی کا کام دیتی ہیں۔ ان میں فکری اپج بھی ہے اور فنی ترفع بھی۔ زبان و بیان کی باریکیوں کا درک بھی ہے اور ذوق ایجاد بھی۔ یہ تراکیب معنوی امکانات کو بھی روشن کرتی ہیں اور قاری پر ایک خاص حظ کی کیفیت بھی طاری کرتی ہیں۔ مثلاً...... خدوخالِ حیات، جبین شمس و قمر، ساحلِ تسکین، رازہائے جسم و جاں، حسنِ اطمینان، خیمہ شب، آئینہ ازل، تصویرِ تمنا، کاسۂ جاں، شکستِ شب، شاخِ نظر، موسم سنگ باری، حدودِ اثر، فصلِ نوا، حصارِ جاں، لباسِ حرف، آبشارِ آگہی۔ وہ فارسی طریق ترکیب سازی کے علاوہ اپنے دیسی طریقوں سے بھی خوبصورت ترکیبیں بناتا ہے اور ان میں نئی معنویت، تصویر کاری اور فکر کی شدت بھر دیتا ہے جیسے...... تجسس کی روشنی، شام کی دہلیز، نیند گھولتا، ابرِ رحمت کی چادر، کفر آلودہ فضا، سوچتی دھرتی، بولتا پانی، ابد کی حیرانی، درد کی سرحدیں، ہوا کی فصل، تیشہ اندازیاں، دکھ کی دھوپ، روح کی بستی، جلوؤں کی دھنک، علم کے سورج، لفظ کی حرمت، آیات کا نور، چراغوں کے کارواں، تلخ نوائی کی تیرگی، محبت کا آسماں، جلتے لمحوں کا خوف، حرا کے سوچتے لمحے، شہر ہستی کی فضا صرف ایک شعر دیکھیے:

اسی نے تلخ نوائی کی تیرگی میں کیا   زمین دل پہ محبت کا آسماں روشن

کنایہ مقصود ہے کہ حضور نبی ﷺ نے لوگوں کے دلوں سے بغض وعداوت اور تلخیاں نکال کر باہمی محبت بھر دی۔ اس کے لیے وہ تلخ نوائی کا ذکر کرتا ہے جس سے دلوں میں بغض اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں، ایسے تاریک دل میں محبت کا دیا نہیں، آفتاب و ماہتاب بھی نہیں بلکہ پورا آسمان روشن کر دینا کیفیت میں کتنی عظمت اور شدت پیدا کر رہا ہے۔ آسمان کو زمین پر کھینچ لانا اور روشن کر دینا کتنے بڑے اختیار کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ محبت کے باعث ہی دل کی زمیں آسمان بنتی ہے وہ روشن آسمان۔ لفظوں کے اس تانے بانے سے پردۂ خیال پر پہلے لڑتے جھگڑتے لوگوں کا تصور آتا ہے، پھر ان کی تلخ نوائی سے دل سیاہ ہوتے دکھائی دیتے ہیں، پھر اس تیرگی میں انسانوں کا بھٹک بھٹک جانا نظر پڑتا ہے، پھر اس زمین دل پر حضور ﷺ کی مہربانی اور کرم گستری کا منظر سامنے آتا ہے، پھر حضور ﷺ کے بے پایاں اختیارات کا تصور ابھرتا ہے پھر حضور ﷺ آسمان روشن کو زمین دل پر لاتے ہیں یا زمین دل کو محبت کے نور سے روشن کرتے ہیں تو یہ زمین، آسمان سے بڑھ کر روشن دکھائی دیتی ہے اس مرحلہ پر بے اختیار انسان درود پڑھنے لگتا ہے صلی اللہ علیہ حبیہ سیدنا محمد و آلہ وسلم. یوں شعر قاری کو کہاں سے کہاں لے جاتا ہے اور یہ صبیح کے انتخاب الفاظ اور ترکیب سازی کا ثمرہ ہے۔ تصویر کاری کے لیے اس نے تشبیہ استعارے کے استعمال کا بھی سلیقہ دکھایا ہے۔ اس کی تشبیہیں حیرت ناک طور پر منفرد، تازہ اور بامعنی ہیں۔

اتاری روح کی بستی میں جلوؤں کی دھنک اس ﷺ نے

شکست شب پہ ہو جیسے سحر آہستہ آہستہ

صبیح ان ﷺ کی ثنا اور تو کہ جیسے برف کی کشتی

کرے سورج کی جانب طے سفر آہستہ آہستہ

اس کے استعاروں میں بھی یہی آن بان ہے۔

خاک پائے شاہ ﷺ کو سرمہ بنالیتا ہوں میں   میری آنکھوں میں کبھی ہوتی ہے جب کم روشنی

شعرائے کرام اپنے کلام کو صنائع بدائع کی خوبیوں سے مزین کیا کرتے ہیں۔ صبیح بھی اس فن سے واقف ہے۔ صنعتوں کا استعمال اسی وقت بھلا لگتا ہے جب بے ساختہ محسوس ہو۔ صبیح کے ہاں صنعت تلمیح کا ایک نمونہ دیکھیے:

خدا گواہ مسلسل ہے بولتا قرآں   حضور سید عالم کی زندگی کیا ہے

صنعتِ تضاد یا طباق کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے:

شکست شب پہ ہو جیسے سحر آہستہ آہستہ

ان مثالوں کا مقصد یہ ہے کہ صبیح کے ہاں صنعت آتی ہے لائی نہیں جاتی اور اس سے شعر کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ صبیح نے قافیے، ردیف اور بحر کے انتخاب میں بھی فنی پختگی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ خیال (موادِ فکر) سے ہم آہنگ قافیہ چنتا ہے، ردیف بھی اسی شان کی لاتا ہے۔ اس کے ہاں طویل ردیفوں نے بلا کی دلکشی پیدا کی ہے۔ مثلاً کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا (اس میں ماضی حال اور مستقبل کو یکجا کرنے کے علاوہ غنائیت کا بھرپور تاثر بھی قابل غور ہے) کل بھی تھا اور آج بھی ہے (اس میں بھی ترنم کی فراوانی ہے) اول سے آخر تک، آہستہ آہستہ، ہیں مواجہ پہ ہم...... اس کا ایک شعر دیکھیے:

رختم ہوا طیبہ کا سفر، دل وجد میں ہے جاں وجد میں ہے

ہے گنبد خضرا پیشِ نظر، دل وجد میں ہے جاں وجد میں ہے

یہاں صرف ردیف آدھے مصرعے پر مشتمل ہے۔ اتنی طویل ردیف کو آخر تک بنانا اتنا آسان نہیں۔ آسان، مترنم اور فصیح الفاظ کے استعمال نے اس ردیف میں غضب کی دلکشی بھر دی ہے۔ اس کے غنائی نظم میں مناسب قافیے ردیف کا استعمال اساسی اہمیت رکھتا ہے۔ صبیح کے ہاں صوتی قافیے کے استعمال کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔

حسن عمل کی بات نہیں ہے، یہ ہے کرم کی بات

حرف صدائیں دیتے ہیں، جب لکھتا ہوں میں نعت

.. جہاں مناسب سمجھتا ہے اندرونی قوافی کا اہتمام کرتا ہے۔ اندرونی قوافی شعر کی جاذبیت اور ترنم میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

آنسوؤں کی زبان کر رہی ہے بیاں، ان ﷺ سے احوالِ جاں

صرف اپنا نہیں پوری امت کا غم، ہیں مواجہ پہ ہم

بجھتی ہوئی آنکھوں کو لے کر حاضر ہوں صبیح مواجہ پر

ہر منظر ہے معراج نظر، دل وجد میں ہے جاں وجد میں ہے

اس کے ہاں بحر کا انتخاب بھی ماہرانہ ہوتا ہے۔ وہ موضوع سے ہم آہنگ ایسی بحر کا انتخاب کرتا ہے جو مترنم ہو۔ چونکہ ذاتِ باری تعالیٰ نے اسے حسن لحن سے وافر حصہ دیا ہے لہٰذا وہ غنائی لفظوں، قوافی،

ردیفوں اور بحروں کو منتخب کرتا ہے۔اس کے ہاں طویل بحریں بھی ہیں اور نسبتہً چھوٹی بحریں بھی۔ ہر بحر اس کے فنی ذرقتا کی گواہی دیتی ہے۔

اس نے نعتیہ نظمیں لکھ کر نعتیہ ادب میں خوبصورت حصہ ڈالا ہے۔ ہائیکو، سانیٹ، قطعہ، نظم آزاد مستزاد ہیئتیں اس کے ہاں استعمال ہوئی ہیں۔اس ہیئتی تنوع میں بھی اس نے غزلیہ ہیئت میں قائم معیار کو کم نہیں ہونے دیا۔اس کی نظموں میں "عنوان" کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ نظموں کے عنوانات میں بھی وہ تازگی اور جدت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا جیسے "زخموں کی قندیل اور روشنی کا لہو"، "ضمیر کی قید میں"، "گمشدہ سفر"، "خوابوں کی دہلیز"، "دعا کا آسمان"، "کاغذی مکان"، "دھوپ میں تلاشِ سائبان"، "وحشی لمحوں کی معزولی" وغیرہ۔

نظموں میں بیانیہ عنصر زیادہ ہے اور نظم کے حوالے سے یہی مناسب تھا۔ نظموں میں بھی وہ روانی، غنائیت اور تازہ و منفرد انداز کا خاص خیال رکھتا ہے۔اس کے ہائیکو، نعتیہ ہائیکو شاعری کی اعلیٰ مثال ہیں۔ آج کل اکثر لوگ اس جاپانی صنف میں لکھ رہے ہیں لیکن ہائیکو کے وزن اور حدود و قیود کا کوئی کوئی خیال رکھتا ہے۔ محض نئے تجربات کی دھن میں جس مرضی وزن میں تین مصرعے کہہ کر ہائیکو تصور کر لیا جاتا ہے۔ صبیح کے ہاں ہر ہائیکو فعلن فعلن فع، فعلن فعلن فع، فعلن فعلن فع کے اصولی وزن میں ہے۔ صبیح ہائیکو کے اصل رنگ ڈھنگ میں تبدیلی کے حق میں نہیں۔ صبیح کا ایک خاص کمال یہ ہے کہ وہ لفظ "قافیے" ردیف اور بحر کے ساتھ ساتھ ہیئت کے انتخاب میں بھی بالغ نظری کا ثبوت دیتا ہے۔اس ساری بحث سے اس کا جو فکری اور فنی نظم ہمارے سامنے آتا ہے یقیناً قابل تحسین ہے کیونکہ اس کی بنیادیں جذبے کے اخلاص، تازہ فکر، اچھوتے سہل ممتنع انداز، روح عصر، موثر لہجے، گہرے تنقیدی شعور، وسیع مطالعے، فن پر گرفت، تمثال کاری، شاعرانہ غنائیت، ترکیب سازی کی ندرت، انتخابِ الفاظ و بحور کی قدرت، خیال اور ہیئت کی ہم آہنگی اور امکانات کی تلاش پر رکھی گئی ہیں۔ نعت قبیلے میں اس کا دم اپنی تینوں حیثیتوں (مدیر، نعت خواں، نعت گو) میں غنیمت ہے اور قابل تحسین و تبریک ہے۔اس کی یہ دعا اس کے ادبی آدرش کا ماٹو ہے۔

صبیح ارضِ وطن پر ہو نور کی بارش
صدائے نعت سے ہوں ساری بستیاں روشن

سیرتِ طیبہ پر مستند، مقبول اور جامع ترین کتاب

ہادیٔ اعظم ﷺ

از: **سید فضل الرحمن**

ترتیبِ جدید، تصحیح، اضافوں اور مکمل حوالہ جات کے ساتھ

۱۵۰ سے زائد کتب حدیث، تفسیر، سیرت اور تاریخ وغیرہ سے مرتب شدہ

اردو کی کتبِ سیرت میں ایک قیمتی اور اہم اضافہ

☆☆☆

"ہادیٔ اعظم ﷺ" سرکارِ دو عالم ﷺ کے حالات، واقعات اور اقوال کا ایسا آئینہ خانہ ہے کہ آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔" "ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی"

سیرتِ طیبہ اور تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نقیب، علمی و تحقیقی مجلّہ

ششماہی

السیرۃ عالمی

مدیر: **سید فضل الرحمن**

☆ سیرتِ طیبہ پر علمی و تحقیقی مقالوں اور مضامین کے لئے مخصوص پہلا مجلّہ، ☆ ہر شمارہ ایک دستاویز، ☆ ایک منفرد اور وقیع علمی پیشکش، جس کے بغیر کوئی لائبریری مکمل نہیں، ☆ باذوق قارئین کے لئے خاص تحفہ،

✡ ماشاء اللہ رسالہ اپنی ظاہری و باطنی خوبیوں کے ساتھ اہلِ علم کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے۔
مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی البرنی، مدینہ منورہ

✡ ماشاء اللہ ہر نقش، نقشِ اول سے خوب تر اور حسین تر ہے۔ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، ملتان

✡ آپ نے اس رسالے کا اجرا کر کے اہلِ علم پر بے حد احسان کیا ہے۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف لاہور

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

الفضل-اے-۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴، کراچی نمبر۱۸، پوسٹ کوڈ ۷۴۶۰۰، فون: ۶۶۸۴۷۹۰

E-mail: al_seerah@hotmail.com